Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ
القران الحکیم ۲:۲۵۸

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم
یک قطرۂ زبحرِ کمالِ محمدؐ است

معارف کا یہ دریائے رواں جو میں مخلوقِ خدا کو دے رہا ہوں، یہ محمد ﷺ کے کمالات کے سمندر میں سے ایک قطرہ ہے۔

کلامِ مسیح موعود علیہ السلام

اشاعتِ دین بزور شمشیر حرام ہے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دِیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دِیں کا امام ہے
دِیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نُورِ خُدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دُشمن ہے وہ خُدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
مُنکر نبیؐ کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبیؐ کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الْحَرْب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چُکا ہے سیّدِ کونینِ مصطفےٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بیخوف و بے گزند

یعنی وہ وقت امن کا ہو گا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تِیر و تفنگ کا

یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

النور

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ
البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ

(سورۃ ہود:۴۷)

پس مجھ سے وہ نہ مانگ جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ

)سورۃ المؤمن:۶۱)

اور تمہارے ربّ نے کہا مجھے پکارو میں تمہیں جواب دوں گا۔

(700حکمِ خداوندی صفحہ 92)

فہرست

لکھنے کا پتہ:

Al-Nur@ahmadiyya.us
OR Editor Al-Nur, 15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب بھیج کر پھر اس کی تائید اور تصدیق کے لئے ضرور انبیاء بھیجا کرتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

جس طرح قرآن کریم میں آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ (سورۃ المائدہ: آیت ۴) ہے اسی طرح توریت میں بھی آیات ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو ایک کامل اور جلالی کتاب دی گئی ہے جس کا نام توریت ہے چنانچہ قرآن کریم میں بھی توریت کی یہی تعریف ہے لیکن باوجود اس کے بعد توریت کے صدہا ایسے نبی بنی اسرائیل میں سے آئے کہ کوئی نئی کتاب ان کے ساتھ نہیں تھی بلکہ ان انبیاء کے ظہور کے مطالب یہ ہوتے تھے کہ تا ان کے موجودہ زمانہ میں جو لوگ تعلیم توریت سے دور پڑ گئے ہوں پھر ان کو توریت کے اصلی منشاء کی طرف کھینچیں اور جن کے دلوں میں کچھ شکوک اور دہریت اور بے ایمانی ہو گئی ہو ان کو پھر زندہ ایمان بخشیں چنانچہ اللہ جلّ شانہٗ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَقَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ (البقرۃ:۸۸) یعنی موسیٰ کو ہم نے توریت دی اور پھر اس کتاب کے بعد ہم نے کئی پیغمبر بھیجے تا توریت کی تعلیم کی تائید اور تصدیق کریں اسی طرح دوسری جگہ فرماتا ہے ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا (المؤمنون:۴۵) یعنی پھر پیچھے سے ہم نے اپنے رسول پے در پے بھیجے۔

پس ان تمام آیات سے ظاہر ہے کہ عادت اللہ یہی ہے کہ وہ اپنی کتاب بھیج کر پھر اس کی تائید اور تصدیق کے لئے ضرور انبیاء بھیجا کرتا ہے چنانچہ توریت کی تائید کے لئے ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی بھی آیا جن کے آنے پر اب تک بائبل شہادت دے رہی ہے۔ اس کثرت ارسال رسل میں اصل بھید یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عہد موکد ہو چکا ہے کہ جو اس کی سچی کتاب کا انکار کرے تو اس کی سزا دائمی جہنم ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (البقرۃ:۴۰) یعنی جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اب جب کہ سزائے انکار کتاب الٰہی میں ایسی سخت تھی اور دوسری طرف یہ مسئلہ نبوت اور وحی الٰہی کا نہایت دقیق تھا بلکہ خود خدا تعالیٰ کا وجود بھی ایسا دقیق در دقیق تھا کہ جب تک انسان کی آنکھ خداداد نور سے منور نہ ہو ہرگز ممکن نہ تھا کہ سچی اور پاک معرفت اس کی حاصل ہو سکے چہ جائیکہ اس کے رسولوں کی معرفت اور اسکی کتاب کی معرفت حاصل ہو۔ اس لئے رحمانیت الٰہی نے تقاضا کیا کہ اندھی اور نابینا مخلوق کی بہت ہی مدد کی جائے اور صرف اس پر اکتفا نہ کیا جائے کہ ایک مرتبہ رسول اور کتاب بھیج کر پھر باوجود امتداد ازمنہ طویلہ کے ان عقائد کے انکار کی وجہ سے جن کو بعد میں آنے والے زیادہ اس سے سمجھ نہیں سکتے کہ وہ ایک پاک اور عمدہ منقولات ہیں ہمیشہ کی جہنم میں منکروں کو ڈال دیا جائے اور درحقیقت سوچنے والے کے لئے یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ وہ خدا جس کا نام رحمٰن اور رحیم ہے اتنی بڑی سزا دینے کے لئے کیونکر یہ قانون اختیار کر سکتا ہے کہ بغیر پورے طور پر اتمام حجت کے مختلف بلاد کے ایسے لوگوں کو جنہوں نے صدہا برسوں کے بعد قرآن اور رسول کا نام سنا اور پھر وہ عربی سمجھ نہیں سکتے۔ قرآن کی خوبیوں کو دیکھ نہیں سکتے دائمی جہنم میں ڈال دے اور کس انسان کی کانشنس اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ بغیر اس کے کہ قرآن کریم کا منجانب اللہ ہونا اس پر ثابت کیا جائے یوں ہی اس پر چھری پھیر دی جائے، پس یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے دائمی خلیفوں کا وعدہ دیا تا وہ ظلی طور پر انوار نبوت پا کر دنیا کو ملزم کریں اور قرآن کریم کی خوبیاں اور اس کی پاک برکات لوگوں کو دکھلاویں۔

یہ بھی یاد رہے کہ ہر یک زمانہ کے لئے اتمام حجت بھی مختلف رنگوں سے ہوا کرتا ہے اور مجدد وقت ان قوتوں اور ملکوں اور کمالات کے ساتھ آتا ہے جو موجودہ مفاسد کا اصلاح پانا ان کمالات پر موقوف ہوتا ہے سو ہمیشہ خدا تعالیٰ اسی طرح کرتا رہے گا جب تک کہ اس کو منظور ہے کہ آثار رشد اور اصلاح کے دنیا میں باقی رہیں

(روحانی خزائن جلد ۶ شہادت القرآن صفحات ۳۴۰۔۳۴۲)

****

حدیث کی روشنی میں نزولِ مسیح

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

...نہایت صاف اور واضح حدیث نبوی وہ ہے جو امام محمد اسمٰعیل بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ لکھی ہے اور وہ یہ ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم یعنی اس دن تمہارا کیا حال ہو گا جب ابن مریم تم میں اترے گا وہ کون ہے ؟ وہ تمہارا ہی ایک امام ہو گا جو تم ہی میں سے پیدا ہو گا۔ پس اس حدیث میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ ابن مریم سے یہ مت خیال کرو کہ سچ مچ مسیح بن مریم ہی اتر آئے گا بلکہ یہ نام استعارہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے ورنہ در حقیقت وہ تم میں سے تمہاری ہی قوم میں سے تمہارا ایک امام ہو گا جو ابن مریم کی سیرت پر پیدا کیا جائے گا۔ اس جگہ پرانے خیالات کے لوگ اس حدیث کے معنے اس طرح پر کرتے ہیں کہ جب حضرت مسیح آسمان سے اُتریں گے تو وہ اپنے منصب نبوّت سے مستعفی ہو کر آئیں گے۔ انجیل سے انہیں کچھ غرض نہیں ہو گی۔ امت محمدیہ میں داخل ہو کر قرآن شریف پر عمل کریں گے۔ پنج وقت نماز پڑھیں گے اور مسلمان کہلائیں گے !!! مگر یہ بیان نہیں کیا گیا کہ کیوں اور کس وجہ سے یہ تنزّل کی حالت انہیں پیش آئے گی بہر حال اس قدر ہمارے بھائیوں مسلمان محمدیوں نے آپ ہی مان لیا ہے کہ ابن مریم اس دن ایک مرد مسلمان ہو گا جو اپنے تئیں امت محمدیہ میں سے ظاہر کرے گا اور اپنی نبوت کا نام بھی نہ لے گا جو پہلے اس کو عطا کی گئی تھی۔ اور در حقیقت یہی ایک بھاری مشکل ہے کہ جو استعارہ کو حقیقت پر حمل کرنے سے ہمارے بھائیوں کو پیش آگئی ہے جس کی وجہ سے اُنہیں ایک نبی کا اپنے منصب نبوت سے محروم ہو جانا تجویز کرنا پڑا۔ اگر وہ ان صاف اور سیدھے معنوں کو مان لیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک الفاظ سے پائے جاتے ہیں جن کے مطابق پہلے حضرت مسیح یوحنّا نبی کے بارے میں بیان فرما چکے ہیں تو ان تمام پُر تکلف مشکلات سے مخلصی پا جائیں گے نہ حضرت مسیح کی روح کو بہشت سے نکالنے کی حاجت پڑے گی اور نہ اس مقدس نبی کی نبوت کا خلع تجویز کرنا پڑے گا اور نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو ملیح کے مرتکب ہوں گے اور نہ احکام قرآنی کے منسوخ ہونے کا اقرار کیا جائے گا۔ شاید آخری عذر ہمارے بھائیوں کا یہ ہو گا کہ بعض الفاظ جو صحیح حدیثوں میں حضرت مسیح کی علامات میں بیان کئے گئے ہیں ان کی تطبیق کیونکر کریں۔ مثلاً لکھا ہے کہ مسیح جب آئے گا تو صلیب کو توڑے گا اور جزیہ کو اٹھا دے گا اور خنزیروں کو قتل کر دے گا اور اس وقت آئے گا کہ جب یہودیت اور عیسائیت کی بد خصلتیں مسلمانوں میں پھیلی ہوئی ہوں گی۔ مَیں کہتا ہوں کہ صلیب کے توڑنے سے مراد کوئی ظاہری جنگ نہیں بلکہ روحانی طور پر صلیبی مذہب کا توڑ دینا اور اُس کا بُطلان ثابت کر کے دکھا دینا مراد ہے جزیہ اٹھا دینے کی مراد خود ظاہر ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ ان دنوں میں دل خود بخود سچائی اور حق کی طرف کھینچے جائیں گے کسی لڑائی کی حاجت نہیں ہو گی خود بخود ایسی ہوا چلے گی کہ جوق در جوق اور فوج در فوج لوگ دین اسلام میں داخل ہوتے جائیں گے پھر جب دین اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ کھل جائے گا اور ایک عالم کا عالم اس دین کو قبول کر لے گا تو پھر جزیہ کس سے لیا جائے گا مگر یہ سب کچھ ایک دفعہ واقع نہیں ہو گا ہاں ابھی سے اس کی بنا ڈالی جائے گی اور خنزیروں سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں خنزیروں کی عادتیں ہیں وہ اس روز حجت اور دلیل سے مغلوب کئے جائیں گے اور دلائل بَیِّنَہ کی تلوار انھیں قتل کرے گی نہ یہ کہ ایک پاک نبی جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتا پھرے گا۔ اے میری پیاری قوم! یہ سب استعارے ہیں جن کو خدائے تعالیٰ کی طرف سے فہم دیا گیا ہے وہ نہ صرف آسانی سے بلکہ ایک قسم کے ذوق سے اُن کو سمجھ جائیں گے۔ ایسے عمدہ اور بلیغ مجازی کلمات کو حقیقت پر اُتارنا گویا ایک خوبصورت معشوق کا ایک دیو کی شکل میں خاکہ کھینچنا ہے بلاغت کا تمام مدار استعارات لطیفہ پر ہوتا ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ کے کلام نے بھی جو ابلغ الکلم ہے جس قدر استعاروں کو استعمال کیا ہے اور کسی کے کلام میں یہ طرز لطیف نہیں ہے۔ اب ہر جگہ اور ہر محل میں ان پاکیزہ استعاروں کو حقیقت پر حمل کرتے جانا گویا اس کلام معجز نظام کو خاک میں ملا دینا ہے۔ پس اِس طریق سے نہ صرف خدا تعالیٰ کے پُر بلاغت کلام کا اصلی منشا درہم برہم ہوتا ہے بلکہ ساتھ ہی اس کلام کی اعلیٰ درجہ کی بلاغت کو برباد کر دیا جاتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۳ توضیح مرام صفحات ۵۳ تا ۵۸)

آمدِ مسیح موعود: حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

ہمارے ہادی اور سیّد مولیٰ جناب ختم المرسلین نے مسیح اوّل اور مسیح ثانی میں مابہ الامتیاز قائم کرنے کے لئے صرف یہی نہیں فرمایا کہ مسیح ثانی ایک مرد مسلمان ہو گا اور شریعت قرآنی کے موافق عمل کرے گا اور مسلمانوں کی طرح صوم و صلوٰۃ وغیرہ احکام فرقانی کا پابند ہو گا اور مسلمانوں میں پیدا ہو گا اور ان کا امام ہو گا اور کوئی جداگانہ دین نہ لائے گا اور کسی جداگانہ نبوت کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ یہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ مسیح اوّل اور مسیح ثانی کے حلیہ میں بھی فرق بیّن ہو گا۔ چنانچہ مسیح اوّل کا حلیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میں نظر آیا وہ یہ ہے کہ درمیانہ قد اور سرخ رنگ اور گھنگروالے بال اور سینہ کشادہ ہے دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۴۸۹ لیکن اسی کتاب میں مسیح ثانی کا حلیہ جناب ممدوح نے یہ فرمایا ہے کہ وہ گندم گوں ہے اور اس کے بال گھنگروالے نہیں ہیں اور کانوں تک لٹکتے ہیں اب ہم سوچتے ہیں کہ کیا یہ دونوں ممیز علامتیں جو مسیح اول اور ثانی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں کافی طور پر یقین نہیں دلاتیں کہ مسیح اول اور ہے اور مسیح ثانی اور ان دونوں کو ابن مریم کے نام سے پکارنا ایک لطیف استعارہ ہے جو باعتبار مشابہت طبع اور روحانی خاصیت کے استعمال کیا گیا ہے۔۔۔" (توضیح مرام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۸ تا ۵۹)

پنجاب اور ہندوستان کے مشائخ اور صلحاء اور اہل اللہ باصفا سے حضرت عزت اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر ایک درخواست اے بزرگان دین و عباد اللہ الصالحین میں اس وقت اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر ایک ایسی درخواست آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جس پر توجہ کرنا آپ صاحبوں پر رفع فتنہ وفساد کے لئے فرض ہے۔ کیونکہ آپ لوگ فراست اور بصیرت رکھتے ہیں۔ اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نوراللہ سے دیکھتے ہیں اور اگرچہ ایسے ضروری امر میں جس میں تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہے اور اسلام کے ایک بڑے بھاری تفرقہ کو مٹانا ہے قسم کی کچھ بھی ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ بعض صاحب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اپنے بعض مصالح کی وجہ سے خاموش رہنا پسند کرتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ سچی شہادت میں عام لوگوں کی ناراضگی مقصود ہے اور جھوٹ بولنے میں معصیت ہے اور نہیں سمجھتے کہ اخفاء شہادت بھی ایک معصیت ہے ان لوگوں کو توجہ دلانے کے لئے قسم دینے کی ضرورت پڑی۔ اے بزرگان دین وہ امر جس کے لئے آپ صاحبوں کو اللہ جلّ شانہٗ کی قسم دے کر اس کے کرنے کے لئے آپ کو مجبور کرتا ہوں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عین ضلالت اور فتنہ کے وقت میں اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر اصلاح خلق اللہ کے لئے مجدّد کر کے بھیجا۔ اور چونکہ اس صدی کا بھارا فتنہ جس نے اسلام کو نقصان پہنچایا تھا، عیسائی پادریوں کا فتنہ تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے اس عاجز کا نام مسیح موعود رکھا۔ اور یہ نام یعنی مسیح موعود وہی نام ہے جس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تھی اور خدا تعالیٰ سے وعدہ مقرر ہو چکا تھا کہ تثلیث کے غلبہ کے زمانہ میں اس نام پر ایک مجدّد آئے گا جس کے ہاتھ پر کسر صلیب مقدر ہے۔ اس لئے صحیح بخاری میں اس مجدّد کی یہی تعریف لکھی ہے کہ وہ امتِ محمدیہ میں سے ان کا ایک امام ہو گا اور صلیب کو توڑے گا۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ صلیبی مذہب کے غلبہ کے وقت آئے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ایسا ہی کیا اور اس عاجز کو چودھویں صدی کے سر پر بھیجا اور وہ آسمانی حربہ مجھے عطا کیا جس سے میں صلیبی مذہب کو توڑ سکوں۔ مگر افسوس کہ اس ملک کے کوتہ اندیش علماء نے مجھے قبول نہیں کیا۔ اور نہایت بیہودہ عذرات پیش کئے جن کو ہر ایک پہلو سے توڑا گیا۔ انہوں نے یہ ایک لغو خیال پیش کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر منارہ دمشق کے پاس آخری زمانہ میں اتریں گے۔ اور وہی مسیح موعود ہوں گے۔ پس ان کو جواب دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر چلے جانا ہرگز صحیح نہیں ہے۔ ایک حدیث بھی جو صحیح مرفوع متّصل ہو ایسی نہیں ملے گی جس سے ان کا زندہ آسمان پر چلے جانا ثابت ہوتا ہو۔ بلکہ قرآن شریف صریح ان کی وفات کا بیان فرماتا ہے۔ اور بڑے بڑے اکابر علماء جیسے ابن حزم اور امام مالک رضی اللہ عنہما ان کی وفات کے قائل ہیں۔ پھر جبکہ نصوص قطعیہ سے ان کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر یہ امید رکھنا کہ وہ کسی وقت دمشق کے شرقی منارہ کے پاس نازل ہوں گے۔ کس قدر غلط خیال ہے۔ بلکہ اس صورت میں دمشقی حدیث کے وہ معنی کرنے چاہئیں جو قرآن اور دوسری حدیثوں سے مخالفت نہ رکھتے ہوں اور وہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا نزول اجلال و اکرام جو ایک روحانی نزول ہے دمشق کے مشرقی منار تک اپنے انوار دکھلائے گا۔ چونکہ دمشق تثلیث کے خبیث درخت کا اصل منبت ہے اور اسی جگہ سے اس خراب عقیدہ کی پیدائش ہوئی ہے اس لئے اشارہ فرمایا گیا کہ مسیح موعود کا نور نزول فرما کر اس جگہ تک پھیلے گا جہاں تثلیث کا مسقط الراس ہے۔ مگر افسوس کہ علماء مخالفین نے اس صاف اور صریح مسئلہ کو قبول نہیں کیا۔ (کتاب البریہ، ۳۵۸-۳۶۰)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں تائیدی نشان

حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کے الفاظ میں

"میری نسبت جو کچھ ہمدردی قوم نے کی ہے وہ ظاہر ہے اور غیر قوموں کا بغض ایک طبعی امر ہے۔ ان لوگوں نے کونسا پہلو میرے تباہ کرنے کا اُٹھار کھا کون سا ایذا کا منصوبہ ہے جو انتہا تک نہیں پہنچایا۔ کیا بد دعاؤں میں کچھ کسر رہی یا قتل کے فتوے نامکمل رہے یا ایذا اور توہین کے منصوبے کَمَاحَقّہٗ ظہور میں نہ آئے پھر وہ کونسا ہاتھ ہے جو مجھے بچاتا ہے۔ اگر میں کاذب ہوتا تو چاہئے تو یہ تھا کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کے لئے اسباب پیدا کرتا نہ یہ کہ وقتاً فوقتاً لوگ اسباب پیدا کریں اور خدا اُن اسباب کو معدوم کرتا رہے۔۔۔

کیا یہی کاذب کی نشانیاں ہوا کرتی ہیں کہ قرآن بھی اس کی گواہی دے اور آسمانی نشان بھی اسی کی تائید میں نازل ہوں۔ اور عقل بھی اُسی کی مؤید ہو اور جو اس کی موت کے شائق ہوں وہی مرتے جائیں۔ میں ہر گز یقین نہیں کرتا کہ زمانہ نبوی کے بعد کسی اہل اللہ اور اہل حق کے مقابل پر کبھی کسی مخالف کو ایسی صاف اور صریح شکست اور ذلت پہنچی ہو جیسا کہ میرے دشمنوں کو میرے مقابل پر پہنچی ہے۔ اگر انہوں نے میری عزت پر حملہ کیا تو آخر آپ ہی بے عزت ہوئے اور اگر میری جان پر حملہ کر کے یہ کہا کہ اس شخص کے صدق اور کذب کا معیار یہ ہے کہ وہ ہم سے پہلے مرے گا تو پھر آپ ہی مر گئے۔ "

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحات ۴۵ تا ۴۶)

" وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور اُن سب چیزوں کو جو اُن میں ہیں تھامے ہوئے ہے وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور آخر ایک دن آتا ہے جو وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ اُن کے دل پر نزول کرتا ہے پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا۔ اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو آنکھیں بخشتا۔ اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہو گا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا وہ اُس کو کافر قرار دیں گے اور اُس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دیں کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۵۳)

" خدا تعالیٰ اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کر چکا۔ اور اُسی کی ذات کی مجھے قسم ہے کہ وہ بس نہیں کرے گا جب تک میری سچائی دنیا پر ظاہر نہ کر دے۔ پس اے تمام لوگو! جو میری آواز سنتے ہو۔ خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا اور اس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر تم نے دیکھا کہ کیسی خدا تعالیٰ کی نصرت میرے شامل حال ہو رہی ہے اور اس قدر نشان نازل ہوئے جو شمار سے خارج ہیں۔ دیکھو کس قدر دشمن ہیں جو میرے ساتھ مباہلہ کر کے ہلاک ہو گئے۔ اے بندگانِ خدا کچھ تو سوچو کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے؟"

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۵۴)

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی، مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام سے متعلق اہم معلومات

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق آنے والے مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں۔

وہ وجود جو کسی دوسرے وجود سے پہلے اس کے لئے بطور علامت اور نشان کے ہو، اس کا ارہاص کہلاتا ہے۔ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کے ارہاص حضرت یحیٰی علیہ السلام تھے، جن کا نام انجیل میں یوحنا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارہاص حضرت سید احمد بریلوی شہیدؒ تھے۔

آپ 14 شوال 1250ھ بمطابق 13 فروری 1835ء بروز جمعۃ المبارک قادیان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب رئیس قادیان اور والدہ محترمہ کا نام حضرت چراغ بی بی صاحبہ تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سب سے پہلا مقدمہ 1877ء میں ایک عیسائی رلیارام نے کیا جو مقدمہ ڈاکخانہ کے نام سے مشہور ہے۔

نومبر 1884ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دوسری شادی دہلی کے مشہور صوفی حضرت خواجہ میر درد کے خاندان میں حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صاحبہ سے ہوئی اور انہی کے بطن مبارک سے مبشر اولاد ہوئی۔ جنوری 1886ء میں آپ نے ہوشیار پور کا سفر کیا۔ آپ نے وہاں چلہ کشی کی۔ اسی دوران میں آپ کو مصلح موعود کی عظیم بشارت دی گئی۔ آپ کی مبشّر اولاد کے نام درج ذیل ہیں۔

1۔ صاحبزادی عصمت صاحبہ۔ ولادت اپریل 1886ء۔ وفات جولائی 1891ء

2۔ صاحبزادہ بشیر اول۔ ولادت 7 اگست 1887ء۔ وفات 4 نومبر 1888ء

3۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانی (مصلح موعود)ؓ۔ ولادت 12 جنوری 1889ء۔ وفات 8 نومبر 1965

4۔ صاحبزادی شوکت صاحبہؓ۔ ولادت 1891ء۔ وفات 1892ء

5۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اےؓ۔ ولادت 20 اپریل 1893ء۔ وفات 2 ستمبر 1963ء

6۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ۔ ولادت 24 مئی 1895ء۔ وفات 26 دسمبر 1961ء

7۔ حضرت صاحبزادی نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ۔ ولادت 2 مارچ 1897ء۔ وفات 23 مئی 1977ء

8۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ۔ ولادت 14 جون 1899ء۔ وفات 16 ستمبر 1907ء

9۔ صاحبزادی امۃ النصیر صاحبہ۔ ولادت 28 جنوری 1903ء۔ وفات 3 دسمبر 1903ء

10۔ حضرت صاحبزادی امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ۔ ولادت 25 جون 1904ء۔ وفات 6 مئی 1987ء

آپ کو پہلا الہام تقریباً 1865ء میں ہوا۔ ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْباً مِّنْ ذٰلِکَ اَوْتَزِیْدُ عَلَیْہِ سِنِیْناً وَتَرٰی نَسْلاً بَعِیْدًا۔ یعنی تیری عمر اَسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل دیکھے گا۔ (تذکرہ مطبوعہ 1969ء صفحہ 7) آپ کو ماموریت کا پہلا الہام مارچ 1882ء کو ہوا۔ قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ترجمہ: کہہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہندوستان یعنی مشرقی کرہ میں 13 رمضان 1311ھ (21 مارچ 1894ء) کو چاند گرہن اور 28 رمضان 1311ھ (6 اپریل 1894ء) کو سورج گرہن کا نشان ظاہر ہوا جب کہ امریکہ یعنی مغربی کرہ میں 11 مارچ 1895ء کو چاند گرہن ہوا اور 26 مارچ 1895ء کو سورج گرہن ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دس شرائط بیعت کا اعلان 12 جنوری 1889ء بذریعہ اشتہار "تکمیل تبلیغ" فرمایا۔ ماموریت کے الہامات کی بنا پر باذن الٰہی آپ نے پہلی بیعت 23 مارچ 1889ء کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کے مکان پر لی۔ پہلے دن چالیس افراد نے بیعت کی۔ سب سے پہلے حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب (خلیفۃ المسیح الاول)ؓ نے بیعت کی۔ آپؑ نے مسیحیت کا دعویٰ 1890ء میں کیا۔

جماعت احمدیہ کا پہلا جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1891ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا۔ جماعت احمدیہ کا نام جماعت احمدیہ مارچ 1901ء میں مردم شماری کے موقع پر رکھا گیا۔ منارۃ المسیح اور بیت الدعا کا سنگ بنیاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 13 مارچ 1903ء کو رکھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے فارسی کلام میں حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ کو "شیخ عجم" قرار دیا۔ آپ کے الہام "شَاتَانِ تُذْبَحَانِ" (دو بکریاں ذبح کی جائیں گی) میں حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحبؓ اور حضرت صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ کی دردناک شہادت کی طرف اشارہ ہے۔ ان دونوں بزرگوں کو افغانستان کی سرزمین میں احمدی ہونے کے سبب شہید کر دیا گیا۔ صاحبزادہ سید عبداللطیف صاحبؓ 14 جولائی 1903ء کو کابل (افغانستان) میں شہید کر دیئے گئے۔

بہشتی مقبرہ کی بنیاد 1905ء میں رکھی گئی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ 11 اکتوبر 1905ء کو فوت ہوئے اور حضرت مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ 3 دسمبر 1905ء کو فوت ہوئے۔

صدر انجمن احمدیہ کا قیام 29 جنوری 1906ء کو ہوا۔

وقف زندگی کی پہلی منظم تحریک ستمبر 1907ء میں ہوئی۔

آپ نے لاہور میں 26 مئی 1908ء کو وفات پائی اور 27 مئی 1908ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بہشتی مقبرہ قادیان میں نماز جنازہ پڑھائی اور وہیں تدفین ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری الفاظ تھے، اللہ میرے پیارے اللہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا دوسرا وطن سیالکوٹ کو قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کپور تھلہ اور جماعت کپور تھلہ کے بارہ میں فرمایا: کپور تھلہ قادیان کا ایک محلہ ہے اور احباب کپور تھلہ کو لکھا: "میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ قیامت کو بھی میرے ساتھ ہوں گے کیونکہ دنیا میں بھی آپ نے میرا ساتھ دیا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچ صحابہ (رفقاء) کے نام۔

1۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ
2۔ حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ
3۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ
4۔ حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ
5۔ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو" حضور کے گھر دار المسیح میں مقیم جملہ افراد اور مخلص احمدیوں کے طاعون سے محفوظ رہنے کے متعلق اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ "کا الہام ہوا۔

مندرجہ ذیل پانچ مخالفین کی موت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق ہوئی۔

1۔ پادری عبداللہ آتھم 1896ء
2۔ پنڈت لیکھرام پشاوری 1897ء
3۔ منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور 1907ء
4۔ سعد اللہ لدھیانوی 1907ء
5۔ ڈاکٹر الیگزینڈر ڈوئی آف امریکہ 1907ء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی دعا جسے آپ نے کثرت سے پڑھنے کا ارشاد فرمایا:

رَبِّ کُلُّ شَیْئٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ۔

ترجمہ: اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! شریر کی شرارت سے مجھے پناہ میں رکھ اور میری مدد کر اور مجھ پر رحم کر۔

اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ (خدا کا پہلوان نبیوں کے لباس میں) کا لقب دیا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپ تمام گذشتہ انبیاء کے کامل بروز ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عربی الہام: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک فارسی الہام: "مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار"۔ اس ناپائیدار زندگی کا بھروسہ مت کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک انگریزی الہام "I shall give you a large party of Islam" : میں تمہیں ایک بڑا گروہ اسلام کا دوں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اردو الہام: "دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک پنجابی الہام: "جے توں میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دو الہاموں میں قادیان سے ہجرت اور واپسی کا ذکر ہے۔ "داغ ہجرت" اور" اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ"

ترجمہ: وہ ذات جس نے تجھ پر قران کی خدمت فرض کی ہے، تجھے تیرے ٹھکانے کی طرف واپس لائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کل 85 تصنیفات ہیں۔ پہلی تصنیف "براہین احمدیہ حصہ اول و حصہ دوم" ہے جو 1880ء میں شائع ہوئی اور آخری تصنیف "پیغام صلح" ہے جو 1908ء میں شائع ہوئی۔ قادیان میں ضیاء الاسلام پریس اور کتب خانہ 1895ء میں قائم کیا گیا۔

جلسہ اعظم مذاہب عالم 26 تا 29 دسمبر 1896ء بمقام لاہور منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مضمون لکھا اور خدا سے خبر پا کر جلسہ سے پہلے یہ اعلان کر دیا کہ خدا نے مجھے بتایا ہے کہ میرا یہ مضمون سارے مضمونوں پر غالب رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے آپ کا تحریر کردہ مضمون پڑھا تو سب نے بالاتفاق اقرار کیا کہ آپ کا مضمون سب پر بالا رہا۔ یہ مضمون بعد میں "اسلامی اصول کی فلاسفی" کے نام سے شائع ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپریل 1893ء میں "برکات الدعاء" سرسید احمد خان کے نظریات کی اصلاح کے لئے لکھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پادری عبداللہ آتھم کے مابین 1893ء میں جو تحریری و تقریری مباحثہ امرتسر میں ہوا وہ جنگ مقدس کے نام سے موسوم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دس کتب کے نام۔

1۔ سرمۂ چشم آریہ	2۔ فتح اسلام
3۔ توضیح مرام	4۔ ازالۂ اوہام
5۔ آئینۂ کمالاتِ اسلام	6۔ حقیقۃُ الوحی
7۔ اعجاز المسیح	8۔ مسیح ہندوستان میں
9۔ تحفۂ گولڑویہ	10۔ کشتیٔ نوح

"الحکم" اور "البدر" سلسلہ احمدیہ کے وہ دو اولین اخبار ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے دو بازو قرار دیا ہے۔

ریویو آف ریلیجنز، اردو، انگریزی کا اجراء جنوری 1902ء میں ہوا؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عربی کلام میں سے ایک شعر:

جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْكَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا

یَالَیْتَ کَانَتْ قُوَّةُ الطَّیَرَانِ

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا جسم بوجہ شوق و محبت کے تیری طرف اڑا چلا جا رہا ہے۔ اے کاش کہ مجھ میں قوت پرواز ہوتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فارسی کلام میں سے ایک شعر:

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم

گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

ترجمہ: اللہ کے عشق کے بعد میں عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مخمور ہوں۔ اگر یہ کفر ہے تو خدا کی قسم میں سخت کافر ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اردو کلام میں سے ایک شعر:

ربط ہے جان محمدؐ سے مری جاں کو مدام

دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

حضرت مسیح موعودؑ کے عشق قرآن کے بارہ میں ایک شعر:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں

قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا شعر

الا اے دشمنِ نادان و بے راہ

بترس از تیغِ برّانِ محمدؐ

ترجمہ: خبردار اے بیوقوف اور گمراہ دشمن! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔ ہندو پنڈت لیکھرام پشاوری کے بارہ میں ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کے ذریعہ تیغ محمدیؐ کا شکار بنایا۔

غلام احمد کی جے

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۱۴/اکتوبر ۲۰۱۶ء

تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کینیڈا کا جلسہ سالانہ گزشتہ ہفتہ منعقد ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ظاہر کرتے ہوئے اختتام کو پہنچا، اس بات پر ہم اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل ہے جو ہمیں توفیق دیتا ہے کہ ہم باوجود محدود وسائل کے دنیا میں ہر جگہ جلسے منعقد کرتے ہیں اور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے انتظامات بھی عمومی طور پر اچھے ہوتے ہیں، ہمارے پاس ہر شعبہ کی پیشہ ورانہ مہارت رکھنے والے لوگ نہیں ہیں جو مختلف شعبہ جات میں کام کر کے اس کے بہتر معیار پیدا کر سکیں۔ حضور نے فرمایا: پس جہاں ہم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں وہاں تمام شامل ہونے والوں کو، جلسہ میں بیٹھ کر سننے والوں کو ان کارکنوں کا بھی شکر ادا کرنا چاہئے، جن میں سے کئی ایسے ہیں جو جلسہ کے انتظامات کے لئے جلسہ سے پہلے بھی کام کر رہے ہیں اور بعد میں بھی وائنڈ اپ کے کام کے لئے بھی وقت دیتے ہیں، ان کو نہ اپنے ذاتی کاموں کے حرجوں کی پرواہ ہے اور نہ مالی نقصان کی پرواہ۔ اگر بعض لوگوں کو جلسہ کی وجہ سے چھٹی نہیں ملی تو انہوں نے نوکریاں چھوڑ دیں۔ نہ ہی یہ لوگ اپنی نیند اور آرام کو دیکھتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: اس دفعہ انتظامیہ کی طرف سے یہ خوش کن پہلو بھی سامنے آیا ہے کہ بجائے اپنی کمزوریاں چھپانے کے انہوں نے اپنی کمزوریوں پر نظر رکھ کر ان کا اظہار بھی کر دیا۔ لیکن صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اپنی لال کتاب جو ہے جلسہ کی انتظامیہ کے پاس، یہ سب کچھ اس میں لکھیں اور آئندہ بہتر منصوبہ بندی بھی کریں۔ حضور نے فرمایا ساتھ ہی میں یہ بھی بتا دوں کہ یہ جگہ اب زیادہ سے زیادہ 18 سے 20 ہزار لوگوں کو سنبھال سکتی ہے، اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت پھیل رہی ہے تو بڑی جگہ کا بھی یہاں کی جماعت کو سوچنا چاہئے یا کم سے کم جب مجھے جلسہ پر بلانا ہو تو بہر حال یہ جگہ اب ناکافی ہے۔ حضور نے فرمایا گزشتہ کچھ عرصہ سے مسلمان ممالک کے حالات اور اس کی وجہ سے دنیا کے حالات جو سامنے آ رہے ہیں، اس نے میڈیا کی نظر بھی جماعت احمدیہ کی طرف پھیری ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی توجہ ہماری طرف دلوائی ہے کیونکہ پہلے تو باوجود کہنے کے یہ لوگ نہیں آتے تھے لیکن اس کے بعد ہمارے نوجوانوں کا بھی بڑا کردار ہے جنہوں نے میڈیا کے ساتھ تعلقات بنائے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے رابطے بڑے وسیع پیمانے پر کئے، کینیڈا کی میڈیا ٹیم میں بھی جس میں اکثریت نوجوانوں کی ہے بڑی محنت سے پریس اور میڈیا سے رابطوں میں اضافہ کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: بہر حال میڈیا نے جو جلسہ کی کوریج دی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے، کینیڈا کے سب سے بڑے تین اخبار ٹورانٹو سٹار، گلوب اینڈ میل اور نیشنل پوسٹ نے جلسہ کی اشاعت کی، ان کے خیال کے مطابق 3.9 ملین سے زائد افراد تک یہ پیغام پہنچا، تین بڑے اخبارات کے علاوہ 25 سے زیادہ دوسرے بڑے اخبارات کے ذریعے 5 لاکھ لوگوں تک پیغام پہنچا، اردو کے آٹھ، پنجابی کے دس، ہسپانوی، عربی اور بنگالی کے تین تین اخباروں کے ذریعے تین لاکھ لوگوں تک پیغام پہنچا، سماجی روابط کے ذریعے جن میں ٹویٹر، انسٹاگرام، فیس بک اور پیری سکوپ شامل ہے ان کے ذریعے ان کا خیال ہے کہ 20 لاکھ سے زائد لوگوں تک پیغام پہنچا۔

۲۱/اکتوبر ۲۰۱۶ء

تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: آج میں جماعت کے دو خادموں کا ذکر کروں گا جن کی گزشتہ دنوں وفات ہوئی ہے، جن میں سے ایک مکرم بشیر احمد رفیق خان صاحب ہیں اور دوسری فضل عمر ہسپتال کی شعبہ گائنی کی ڈاکٹر نصرت جہاں۔ جو انسان بھی دنیا میں آیا اس نے دنیا سے رخصت ہونا ہے لیکن خوش قسمت ہوتے ہیں وہ جن کو اللہ تعالیٰ دین کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائے اور انسانیت کی خدمت کی بھی توفیق عطا فرمائے، بشیر احمد رفیق خان صاحب پرانے خادم سلسلہ اور مبلغ سلسلہ تھے پھر مختلف انتظامی کاموں پر ان کو مقرر کیا گیا، بڑی خوش اسلوبی سے اپنے فرائض سرانجام دیتے رہے، ان کا 11 اکتوبر 2016 کو تقریباً 85 سال کی عمر میں لندن میں انتقال ہوا۔ 1964-1971 اور پھر اس کے بعد 1971-1979 امام مسجد فضل لندن رہے، مسلم ہیرالڈ کے بانی ایڈیٹر 1961-1979، پرائیویٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح 1970-1971، نومبر 1985 میں آپ وکیل الدیوان تحریک جدید مقرر ہوئے اور 1987 تک رہے، وکیل تصنیف ربوہ 1982 تا 1985، ایڈیشنل وکیل التبشیر ربوہ 1983 تا 1984، ایڈیشنل وکیل التصنیف لندن 1987 تا

1997، ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز 1983 تا 1985، چیئرمین بورڈ آف ایڈیٹرز ریویو آف ریلیجنز 1988-1995، ممبر صدر انجمن احمدیہ پاکستان 1971 تا 1985، ممبر افتاء کمیٹی 1971-1973۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی بھرپور زندگی انہوں نے گزاری ہے، خلافت سے ان کا بڑا وفا کا تعلق تھا، ان کا دل کا آپریشن بھی ہوا تھا اور ایک وقت میں تو بالکل ناامیدی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے نئی زندگی دی، اس بیماری کی وجہ سے ان کو کمزوری بھی ہوتی تھی لیکن بڑی باقاعدگی سے مجھے خط لکھتے تھے اور وفا اور اخلاص کا اظہار کیا کرتے تھے بلکہ جہاں بھی ان کو پتہ چلتا کہ میں آرہا ہوں یہ ضرور وہاں آیا کرتے تھے، اور پھر واکر کے ذریعہ یا کسی اور طرح جمعہ کی نماز پر ضرور شامل ہوا کرتے تھے۔

دوسرا ذکر محترمہ ڈاکٹر نصرت جہاں مالک صاحبہ کا ہے جو مولانا عبد المالک خان صاحب کی بیٹی تھیں، 11 اکتوبر 2016 کو لندن میں وفات پا گئیں، اناللہ وانا الیہ راجعون، رہائش ان کی ربوہ میں تھی لیکن برطانوی شہری تھیں، ہر سال آیا کرتی تھیں، کچھ تو اپنی پیشہ ورانہ مہارت بڑھانے کے لئے مختلف ہسپتالوں میں جاتی تھیں اور کچھ بیمار تھیں کچھ عرصے سے تو اپنا علاج بھی کروا رہی تھیں، یوکے کے جلسہ کے بعد ان کو انفیکشن ہوا جو بڑھتا چلا گیا پھر پھیپھڑوں نے کام کرنا بند کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور کافی بہتری آگئی تھی اور ڈاکٹر پر امید بھی تھے لیکن ساتھ ہی خطرہ بھی تھا کہ اگر دوبارہ انفیکشن ہوا تو بچنا مشکل ہے۔ فضل عمر ہسپتال میں آپ کی خدمات کا آغاز ایک چھوٹے سے کمرے سے ہوا جس کے ایک طرف صوفہ اور دوسری طرف سادہ سی کرسی میز پڑی ہوئی تھی، ان کی خدمت کے جذبے اور دعاؤں نے پہلے انہیں لیبر وارڈ اور پھر شعبہ گائینی کی علیحدہ عمارت عطا فرمائی جس کو انہوں نے اور ان کی ٹیم نے ایک کامیاب یونٹ بنا دیا، میڈیکل سامان خریدنے خود لاہور اور فیصل آباد جایا کرتی تھیں، آپ کی بیٹی بھی کچھ سفروں میں آپ کے ساتھ تھی، ہر دکاندار سے قیمت پوچھتیں اور کوشش کرتیں کہ جماعت کے پیسہ کو بچایا جائے۔

۲۸/اکتوبر ۲۰۱۶ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں بچوں کو وقف کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے، روزانہ مجھے والدین کے خط ملتے ہیں، بعض دنوں میں ان کی تعداد 20-25 ہو جاتی ہے جس میں والدین اپنے ہونے والے بچوں کو وقف نو میں شامل کرنے کی درخواست کرتے ہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب یہ تحریک فرمائی تھی تو پہلے مستقل نہیں تھی پھر آپ نے اسے مستقل کر دیا اور جماعت نے بھی اور خاص طور پر ماؤں نے اس پر ہر ملک میں لبیک کہا، آج سے 13-12 سال پہلے جماعت کی اس طرف توجہ ہوئی تھی تو واقفین نو کی تعداد 28 ہزار تھی، اب یہ تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے 61 ہزار کے قریب ہو چکی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: میں ان ماؤں اور باپوں سے سب سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وقف نو کا صرف نام ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ وقف نو ایک اہم ذمہ داری ہے، ایک وقف نو کے جوانی تک پہنچنے تک ماں باپ کی اور اس کے بعد خود اس کی اپنی ذمہ داری بن جاتی ہے، بعض لڑکے لڑکیاں جنہوں نے دنیاوی تعلیم حاصل کی ہے بظاہر بڑا جوش دکھاتے ہیں اور اپنی خدمات پیش کر دیتے ہیں لیکن بعد میں ایسی مثالیں بھی سامنے آئیں، اس لئے بھی چھوڑ جاتے ہیں کہ جماعت جو الاؤنس دیتی ہے اس سے ان کا گزارہ نہیں ہوتا، جب ایک اعلیٰ مقصد حاصل کرنا ہے تو تنگی اور قربانی تو کرنی پڑتی ہے۔ حضور نے فرمایا: اس سلسلہ میں بعض انتظامی باتوں اور واقفین کے لئے لائحہ عمل کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں، بعض لوگ سوال اٹھاتے ہیں اور بعض واقفین نو کے ذہنوں میں غلط فہمیاں ہیں کہ وقف نو ہو کر ان کی علیحدہ شناخت بن گئی ہیں، شناخت بیشک بن گئی ہے لیکن اس شناخت کے ساتھ ان کے ساتھ غیر معمولی طور پر امتیازی سلوک نہیں ہو گا بلکہ اس شناخت کے ساتھ ان کو اپنی قربانیوں کے معیار بڑھانے ہونگے، بعض لوگ اپنے واقفینِ نو بچوں کے دماغوں میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ تم بڑے خاص بچے ہو جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے ہو کر بھی ان کے دماغوں میں خاص ہونا رہ جاتا ہے۔ واقفین نو لڑکے اور لڑکیاں بھی رشتوں کے وقت دنیا دیکھنے کی بجائے دین دیکھنے والے ہیں اور پھر رشتے نبھانے والے بھی ہیں تب کہہ سکتے ہیں کہ ہم خالصۃً دینی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے اپنے رشتے نبھانے والے ہیں تو تب سپیشل کہلائیں گے، ان میں برداشت کا مادہ دوسروں سے زیادہ ہے، لڑائی جھگڑا اور فتنہ فساد کی صورت میں اس سے بچنے والے ہیں بلکہ صلح کروانے والے ہیں تو سپیشل ہیں، تبلیغ کے میدان میں سب سے آگے آکر اس فریضہ کو انجام دینے والے ہیں تب سپیشل ہیں، خلافت کی اطاعت اور اس کے فیصلوں پر عمل میں صف اول پر ہیں تو سپیشل ہیں۔ حضور نے فرمایا: ماں باپ کو بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ جتنی چاہے اپنے بچوں کی زبانی تربیت کر لیں، اس کا اثر اس وقت تک نہیں جب تک اپنے قول و فعل کو

اس کے مطابق نہیں کریں گے، ماں باپ کو اپنی نمازوں کی حالتوں کو نمونہ بنانا ہوگا، قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے کے لئے اپنے نمونے قائم کرنے ہونگے، اعلیٰ اخلاق کے لئے نمونہ بنناہوگا دینی علم سیکھنے کی طرف خود بھی توجہ کرنی ہوگی، جھوٹ سے نفرت کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے ہونگے، گھروں میں باوجود اس کے کہ بعض کو کسی عہدیدار سے تکلیف پہنچی ہو نظام کے خلاف یا عہدیداروں کے خلاف بولنے سے پرہیز کرنا ہوگا۔

۱۸/ نومبر ۲۰۱۶ء

کینیڈا کے دورہ کے حوالہ سے جلسہ کے علاوہ پروگرامز کا ذکر۔ اللہ کے فضل سے کینیڈا میں تین نئی مساجد بنائی ہیں، پارلیمنٹ میں، یورک یونیورسٹی اور ٹورنٹو اور کیلگری میں Peace Symposium ہوا۔ حضور نے پارلیمنٹ سے خطاب میں واضح فرمایا کہ صرف مسلمانوں کو الزام نہ دو، تمہارے اپنے لوگوں نے بھی ایسے کام کئے ہیں جن سے مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ خطاب سن کر اسرائیل کے سفیر نے کہا کہ امن کے لئے اہم پیغام تھا اور اسلام کے بارہ میں تاثر بالکل بدل گیا ہے۔ سینئیر امیگریشن جج نے کہا کہ امام جماعت احمدیہ نے نہایت صاف زبان میں ہماری کمزوریوں اور کمیوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ایک سنی امام: اس تقریر نے دنیا میں امن کی بنیاد رکھی ہے کسی ایک فریق پر الزام نہیں لگایا بلکہ تمام دنیا کی کمزوریوں کی وجہ سے ہے۔ کوئی انسان غلطیوں سے پاک نہیں ہے وہ سب مضمون بیان ہوئے جن کی ضرورت تھی۔ ساڑھے چار ملین افراد تک حضور اور وزیر اعظم کینیڈا کی ملاقات کی خبر پہنچی۔ (پارلیمنٹ میں موجود ایک مہمان) جب میں نے پارلیمنٹ میں خلیفہ کا خطاب سنا تو میں سوچ نہیں سکتا تھا کہ اس طرح ایک مسلمان لیڈر نڈر ہو کر خطاب کریگا۔ یورک یونیورسٹی جو کینیڈا کی تیسری بڑی یونیورسٹی ہے جس میں 53 ہزار طالب علم اور 7000 اساتذہ ہیں اس میں بھی خطاب ہوا۔ سسکاٹون میں پریس کے ذریعہ سے 1.78 ملین لوگوں تک پیغام پہنچا۔ (رجائنا میں خطاب) مذاہب عالم کے ایک پروفیسر کہتے ہیں کہ یہ خطاب ان تمام خطابات سے بالا تھا جو میں نے مذاہب عالم کے پروفیسر کے طور پر سنے ہیں۔ پیغام بہت ہی واضح تھا۔ رجائنا میں مسجد کے افتتاح کی وجہ سے 1.97 ملین تک اسلام کا پیغام پہنچا۔ Lloydminster میں بھی مسجد کا افتتاح ہوا جس میں مختلف غیر از جماعت نے شرکت کی۔ جماعت احمدیہ نے ہمیشہ امن کا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے (سٹیفن ہارپر سابق وزیر اعظم کینیڈا)۔ کیلگری میں بھی Peace Symposium ہوا اور 600 سے زائد مہمانوں نے شرکت کی۔ کیلگری کے میئیر جو آغا خانی ہیں انہوں نے بھی خطاب کو سراہا اور کہا کہ اسلام کی امن پسند تعلیمات بہت ہی جرات کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ (ایک مہمان) امام جماعت کے خطاب کا مرکزی نقطہ امن تھا، میں اسلام سے ڈرتا تھا لیکن آج خطاب سن کر اسلام کے بارہ میں تمام خدشات ختم ہو گئے ہیں۔ احمدیوں کو چاہئے کہ جن سے واقفیت ہے ان کو اسلام کی خوبصورت تعلیم بتائیں نہ صرف دنیاوی باتیں کریں۔ اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ (ایک مہمان) مجھے بہت اچھا لگا جب امام جماعت احمدیہ نے سابق وزیر اعظم کے سامنے یہ ذکر کیا کہ مشرقی دنیا فساد کی وجہ ہے۔ کیلگری میں میڈیا کی کوریج مجموعی طور پر 5 ملین لوگوں تک پیغام پہنچا ہے۔ مجموعی طور پر میڈیا کوریج 32 چینلز سے 40 ملین، ریڈیو سے 8 لاکھ لوگوں تک، 227 اخبارات سے 4.8 ملین لوگوں تک، سوشل میڈیا سے 14.6 ملین تک، مجموعی طور پر 60 ملین سے زائد افراد تک پیغام پہنچا۔ اللہ کے اس فضل کی ہمیں قدر کرنی چاہئے اور اسے سنبھالنا بھی چاہیے۔ ہمارے ہر کام میں احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کی نیت ہونی چاہئے توحید کو قائم کرنے اور آنحضرت ﷺ کے جھنڈے کو دنیا میں لہرانے کی نیت ہونی چاہیے۔ Peace Village میں رہنے والے احمدیوں کو چاہیے کہ اپنے مقصد کو نہ بھولیں اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں۔

۲/ دسمبر ۲۰۱۶ء

بعض لوگ عہدیداروں اور کچھ اور جو عہدیدار نہیں ان کے بارہ میں شکایت کرتے ہیں لیکن اپنی شکایتوں میں اپنا نام نہیں لکھتے ایسے لوگوں کی شکایتوں پر کارروائی نہیں ہوتی۔ بے نام شکایتیں لگانے کی بیماری زیادہ تر پاکستان اور انڈیا کے لوگوں میں ہے۔ جو بے نام شکایتیں لکھنے والے ہوتے ہیں ان میں یا تو منافقت ہوتی ہے یا جھوٹ ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر پہنچے تو تحقیق کر لیا کرو۔ اور تحقیق کی ابتداء بات پہنچانے والے سے ہوتی ہے۔ فاسق کا مطلب اطاعت نہ کرنے والا، فیصلہ کرنے میں تیز، اور ایسا شخص جو کسی کی چھوٹی سی برائی بھی بڑھ چڑھ کر بیان کرے اور سزا دینے میں

تیز ہو تحقیق سے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ شکایت کرنے والا مومن ہے یا فاسق ہے۔ جو نام بھی چھپاتا ہو اور ایمان میں بھی کمزور ہو تو وہ ان معنوں کی رو سے فاسق ہی ٹھہرتا ہے یہ امر قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اگر ہم جانتے بھی ہوں کہ شکایت کرنے والا شخص بہت محتاط اور راست باز ہے پھر بھی جس کے بارہ میں شکایت ہو اس کی تحقیق ہو گی (حضرت مصلح موعودؓ)۔ اصل چیز قرآن کریم اور سنت پر عمل کرنا ہے اور جب دلائل دیئے جائیں تو ساتھ ثبوت بھی دیئے جائیں۔ قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم پر عمل کرنا یہی نیکی ہے یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اگر کسی کو کوئی بات بری لگے اگر قرآن کریم اور آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے مطابق وہ صحیح ہے تو وہ صحیح ہے۔ بعض لوگ دوسروں پر اعتراض کرتے ہیں لیکن ان کا طریقہ مجرمانہ ہوتا ہے لہٰذا انہی کو سزامل جاتی ہے۔ اگر قرآن کریم کی حکومت کو قائم کرنا چاہتے ہو تو اپنے پر بھی خدا تعالیٰ کی حکومت قائم کرو۔ ہم نے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنا ہے جب اللہ سے ہر چیز لے رہے ہیں تو بات اللہ کی مانی جائے گی نہ کہ الزام لگانے والوں کی۔ یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کسی کی شکایت پر فیصلہ اس کے بتائے اصول پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق پر ہو گا۔ ہماری کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے مطابق اپنے معاملات اور فیصلہ کرنے والے بنیں اور اپنی ذاتی اناؤں کو بنیاد بنا کر خلیفہ وقت اور جماعت کو مجبور کرنے والے نہ ہوں۔ اگر لوگ دیکھیں کہ نظام جماعت میں رخنہ آرہا ہے تو ثبوت کے ساتھ سامنے آئیں اور جرأت سے مقابلہ کریں۔ شیخ ساجد محمود صاحب جو کہ کراچی کے رہنے والے تھے ان کو 27 نومبر 2016 کو شہید کر دیا گیا۔ مرحوم خلافت سے بہت محبت کرنے والے، چندہ جات کے حوالہ سے فکر مند، اپنی اولاد کو بھی تلقین کرتے، لین دین میں بہت دیانتدار، سچائی سے کام لینے والے، کبھی ناراض نہ ہوتے، رحمی رشتہ داروں کا خیال رکھنے والے، طبیعت میں بغض اور کینہ نہیں تھا۔ عبادات میں بہت باقاعدہ تھے۔ دوسرا جنازہ شیخ عبدالقدیر صاحب درویش قادیان کا ہے۔ جو 92 سال کی عمر میں فوت ہوئے نظام خلافت سے والہانہ محبت اللہ پر کامل یقین اور ہر ناکامی اور کامیابی کو خدا کی رضا سمجھ کر قبول کرتے۔ تیسرا جنازہ تنویر احمد لون صاحب کا ہے ناصر آباد کشمیر میں پولیس میں نوکری کرتے تھے نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ہلاک ہوئے، یہ بھی شہید کا درجہ رکھتے ہیں۔

۹/ دسمبر ۲۰۱۶ء

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مخالفین جن لوگوں کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوں۔ ان کے حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے دل بند کر دیتا ہے اور وہ ہدایت نہیں پاتے اور وہ عبرت کا نشان بنتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے مخالفین بالکل ایسے ہی تھے اور ان میں سے بعض پھر عبرت کا نشان بھی بنے۔ حضرت مسیح موعود نے اپنی صداقت کے لئے بہت سے نشانات اور پرانی پیشگوئیاں پیش کیں لیکن ان لوگوں نے پھر بھی آپ کا انکار کیا۔ مثلاً کسوف وخسوف نشان کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ جب تک یہ نشان پورا نہ ہوا تھا اس وقت تک مولوی رو رو کر اس حدیث کو پڑھتے تھے اور جب یہ پورا ہو گیا تو پھر یہ لوگ اپنی بات سے پھر گئے۔ اسی طرح اور بہت سے نشانات قرآن میں بیان ہوئے ہیں مثلاً طاعون کا نشان، نہروں کا بننا، پہاڑوں کا پھاڑا جانا، کتب کی اشاعت وغیرہ۔ غرض بہت سے نشانات ہیں جن کی خبر قرآن کریم میں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ پر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو رویا میں دکھایا گیا کہ آپ نظام الدین کے گھر گئے۔ اس سے حضور نے مراد یہ لی کہ نظام الدین کا مطلب ہے کہ دین کا نظام یعنی ایک وقت آئیگا کہ یہ جماعت باقی تمام نظاموں پر غالب ہو گی۔ لیکن فرمایا کہ اس کے لئے دونوں حَسنی اور حُسینی طریقوں کی ضرورت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ حضرت حسنؓ نے امن اور صلح سے کامیابی حاصل کی اور حضرت حسینؓ نے شہادت سے کامیابی حاصل کی۔ آج ہم یہ دونوں نمونے دیکھ رہے ہیں کہ صلح اور امن کے پیغام کے ساتھ ساتھ ہم جماعت کی خاطر قربانیاں بھی دے رہے ہیں۔ پس ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم خود بھی اپنی تربیت کریں اور اپنی آنے والی نسلوں کو بھی اس کام کے لئے تیار کریں۔ جہاں ترقی ہو وہاں مخالفتیں بھی ہوتی ہیں یہ ترقی کی علامت ہے۔ ربوہ میں حال ہی میں جماعتی دفاتر پر پاکستان کی پولیس کی طرف سے ریڈ کی گئی۔ فرمایا کہ ربوہ سے بہت سے لوگوں نے مجھے لکھا ہے کہ ہم ان سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ تو جماعت کی خاطر مخالفتوں یا قربانیوں سے گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ ایسا ضرور کرنا پڑے گا۔ فرمایا کہ پاکستان کے مولوی حقیقی دہشت گرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ الجیریا کی حکومت کو بھی عقل دے جو جماعت پر ظلم کر رہی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کیا ہے کہ کس طرح دعویٰ کے بعد

اپنے ہی خاندان میں سے بہت لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کی۔ آپؑ کو بتایا گیا کہ اس خاندان میں سے تیری نسل ہی آگے چلے گی اور باقی سب کی نسلیں کٹ جائیں گی۔ اب سوائے ان کے جو حضرت مسیح موعود کی یا تو روحانی یا جسمانی اولاد میں سے تھے آگے کسی کی اولاد نہیں چلی۔ یہ صداقت کا ایک بڑا نشان ہے۔ اس کے بعد ''تائی آئی''، کا جو الہام حضرت مسیح موعود کو ہوا تھا اس کی صداقت کو حضور انور نے تفصیلاً بیان کیا۔ یہ حضرت مصلح موعودؓ کی تائی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھاوج تھیں۔ آپ کے زمانہ میں انتہائی مخالف تھیں اور آخر کار انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ نشان پورا ہوا۔ پھر حضورؑ دہلی میں اولیاء کے مزاروں پر دعا بھی کرتے اور فرماتے تھے کہ میں دعا اس لئے کرتا ہوں تا اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں کو ہدایت دے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہونے والے کو ماننے والے ہوں۔ حضرت مصلح موعود نےؓ فرمایا کہ حضرت مسیح ناصری اور ان کی جماعت کو دیکھا جائے تو ان کا غلبہ تقریباً 300 سال میں ہوا لیکن جماعت کے حالات اور ترقی کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ہمارا غلبہ اس سے بہت کم وقت میں ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔ حضور انور نے فرمایا کہ پاکستانی مولوی ہوں یا کوئی دنیوی طاقت ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ لوگ جماعت کی ترقی کو روک نہیں سکتے۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب نہ صرف تبلیغ کے میدان میں آگے بڑھیں بلکہ اس مقصد کے لئے دعائیں بھی بہت کرنے والے ہوں اور تعلق باللہ کو بھی بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر پر حضور انور نے مکرم **سفنی ظفر احمد صاحب** مبلغ انڈونیشیا کا جنازہ غائب پڑھایا۔

۱۶/ دسمبر ۲۰۱۶ء

تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آج کل اسلامی دنیا میں ربیع الاول منایا جارہا ہے جس کی اہمیت یہ ہے کہ اس میں ہمارے آقا و مطاع رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ لیکن مسلمانوں کی حالت پر افسوس ہے کہ رحمۃ للعالمین کی پیدائش کو مناتے ہوئے بھی ان کے دل آپس میں پھٹے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ حقیقی مومنوں کے متعلق فرماتا ہے کہ رحماء بینھم لیکن اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے نام پر مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اور عورتوں اور بچوں کو بے گھر کیا جارہا ہے۔ لیکن جماعت کی مخالفت میں یہ لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جب مسلمانوں کی حالت نہایت بد ہو گی اور ان کے علماء بدترین مخلوق قرار پائیں گے اس وقت مسیح موعودؑ کا نزول ہو گا جو اسلام کی حقیقی تعلیم لوگوں کے سامنے بیان کرے گا۔ اور اسی بات سے یہ علماء انکاری ہیں اور عام مسلمانوں کو بھی غلط باتیں پھیلا کر فساد کرتے اور گمراہ کرتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) احمدی رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ صریح جھوٹ ہے۔ خاتم النبیین کی تعریف ہم وہ کرتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے کی ہے اور وہ یہ کہ امت محمدیہ سے نکل کر کوئی نبی نہیں آسکتا اور ہم مسیح موعودؑ کو نبی، رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں مانتے ہیں۔ اور جو نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین نہ مانے وہ فاسق و فاجر ہے اور احمدیت سے خارج ہے۔ حکومت پاکستان کو بڑا فخر ہے کہ انہوں نے ہمیں غیر مسلم کہلا کر مسئلہ ختم نبوت حل کر دیا۔ عامۃ المسلمین کو یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا یہ زمانہ ایک مصلح کو نہیں چاہتا جو مسلمانوں میں پھر اتحاد پیدا کرے۔ یقیناً رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی پوری ہو چکی ہے لیکن یہ مولوی ہرگز نہیں مانیں گے کیونکہ ان کی روزی روٹی کا انحصار اسی کاروبار پر ہے۔ حال ہی میں دوالمیال میں ہماری مسجد پر ایک گروہ نے حملہ کیا۔ ہم نے قانون سے نہیں لڑنا اور نہ ہم لڑتے ہیں۔ نقصان تو انہوں نے ضرور کیا ہے لیکن جہاں تک ہمارے ایمان کا تعلق ہے اس پر ہم اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے بھی تیار ہیں۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے نعرہ سے ہم کبھی نہیں ہٹیں گے۔ ان لوگوں کا کام تو گالی گلوچ اور فساد کرنا ہے لیکن اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا کام اب ہمارا ہے اور اس کو ہم جاری رکھیں گے، یہ لوگ تو رسمی طور پر میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں مگر اس کا حقیقی ادراک تو احمدیوں کو ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جماعت میں جلسہ ہائے سیرۃ النبی ﷺ کا آغاز کیا اور پورے ہندوستان میں یہ جلسے منعقد ہوئے۔ جو آج بھی باقاعدہ جاری ہیں، جس میں احمدیوں اور غیر احمدی شرفاء کو رسول اللہ ﷺ کی حقیقی سیرت کا بتایا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں ہر ملک میں جماعت احمدیہ یہ جلسے منعقد کر رہی ہے۔ یہ کوشش اس لئے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ مخالفین کو بھی مقام محمد ﷺ کا پتہ چلے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ یہ ہم پر بہتان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ جس درجہ پر ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ تمام کمالات رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئے

اور کمال تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر وہ کتاب نازل کی جو خاتم الکتب ہے۔ کوئی شخص خدا تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں کر سکتا اور خدا تعالیٰ سے انعامات حاصل نہیں کر سکتا جب تک رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت نہ کرے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایاقل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ حضور نے فرمایا کہ دشمن جو چاہے کہے ہمارے دلوں میں رسول اللہ کی محبت ہے اور آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا ادراک ہے۔ اللہ کرے کہ ہر حملہ کے بعد ہم رسول اللہ ﷺ کی محبت میں بڑھنے والے ہوں اور ہم مزید درود پڑھنے والے ہوں تا کہ دنیا کو ہدایت کا راستہ ملے۔ اور درود اس غرض سے پڑھنا چاہئے تا کہ خداوند کریم اپنے نبی کریم ﷺ کی تمام برکات نازل کرے اور اس کو تمام عالم کے لئے سرچشمہ ہدایت کا بنادے۔

۲۳ر دسمبر ۲۰۱۶ء

تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جماعت احمدیہ کی مخالفت کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ سے خدا کی جماعتوں کی مخالفت شیاطین اور زمانہ کے علماء کرتے ہیں، قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر نبی کی مخالفت ہوتی ہے، مثلاً فرمایا ہم نے ہر جن اور سرکشوں میں سے ہر ایک کا دشمن بنادیا اور وہ بعض بعض کو ملمع کی ہوئی باتیں دلوں میں ڈالتے ہیں، یہ سرکش علماء دین کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں اور عوام الناس کو بھڑکاتے ہیں بعض لیڈر بھی ان کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمیں سختی سے جواب دینا چاہئے، یہ جہالت کی بات ہے اور نہایت غلط سوچ ہے، یہ لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل تعلیم کو بھول گئے ہیں کہ ہم نے سختی کا جواب سختی سے نہیں بلکہ صبر، نرمی اور دعاؤں سے دینا ہے، حضرت مسیح موعودؑ نے امن کا شہزادہ بن کر آنا تھا اور آپ نے ماننے والوں کو کہہ دیا تھا کہ میرے راستے آسان نہیں ہیں، ان میں سختیاں ہیں، یہاں جذبات کو بھی مارنا ہو گا اور جانی و مالی نقصان کو بھی برداشت کرنا ہو گا، حضور انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعدد اقتباسات کی روشنی میں اس بات کو پیش کیا کہ ہمارا اصل مقابلہ ہتھیاروں سے نہیں بلکہ دعاؤں سے ہے۔ حضور نے فرمایا، دوسرے مسلمان تو بغیر راہنما کے ہیں اس لئے ان کا یہ حال ہے کہ لاکھوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ اسلام کی تبلیغ اور شان اب حضرت مسیح موعودؑ سے اور آپ کی جماعت سے مقدر ہے۔ غلبہ اور فتح کے لئے ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم پر چلتے ہوئے تقویٰ پیدا کیا جائے، اسی طرح ہمیں نور اور وہ طاقتیں عطا ہوں گی جن کا مقابلہ کوئی دنیوی طاقت نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ 'ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم' ہمارے عمل اگر اسلامی تعلیم کے مطابق نہیں تو تقویٰ نہیں ہے، اس صورت میں ہمیں اپنے تقویٰ کی فکر کرنی چاہئے، نامساعد حالات میں اگر زمانہ کے امام کی ہدایات پر عمل نہیں کر رہے تو ہم اس نور سے دور چلے جائیں گے۔ پس ہمیں پہلے اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، کیا ہماری دعائیں ایسی ہیں جیسا خدا تعالیٰ چاہتا ہے، تو پھر ہم کو یقین ہونا چاہیے کہ اس کی مدد قریب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے ملک بھی بنائے گا اور ہمارے لئے زمینیں بھی ہموار کرے گا اور اگر اس سے ہٹ کر حاصل کرنا چاہیں گے تو کچھ نہیں ملے گا، اسلام کی خدمت اب مقدر ہے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے اور یہ اسی صورت ممکن ہے جب ہم اس کے بھیجے ہوئے کے نقش قدم پر چلیں ورنہ دنیاوی لحاظ سے جتنی کوشش کر لیں ہمارے پاس طاقت ہے نہ وسائل ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمھیں بتاؤں کہ جو لوگ ایمان لائے اور دنیاوی ملونی سے پاک ہیں وہ لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں یہی ہیں جن کے صدق کے قدم ہیں، پس اس صدق کے قدم پر چلنے کی ضرورت ہے، تاکہ ان فتوحات کے نظارے ہم دیکھ سکیں جو آپؑ کے ساتھ وابستہ اور مقدر ہیں، یہ ابتلاء کا دور ختم ہونے والا دور ہے، اس میں تیزی پیدا کرنے کے لئے تقویٰ کے معیاروں کو بڑھانے اور بڑھاتے چلے جانے کی ضرورت ہے تا کہ سب دینوں پر اسلام کو غلبہ حاصل ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا ہوا ہے کہ اس جماعت نے بڑھنا ہے اور پھلنا اور پھولنا ہے کوئی دنیاوی طاقت اس کو ختم نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ کرے ہم میں سے ہر ایک اس درخت کی پھلنے پھولنے والی شاخ بن جائے اور آپؑ کی توقعات پر پورا اترنے والے ہوں اور صبر و دعا کے ساتھ دشمن کے ہر حملہ کو ناکام و نامراد کرتے چلے جانے والے ہوں۔ آمین۔ آخر پر حضورِ انور نے دوالمیال حادثہ میں شہید ہونے والے مکرم ملک خالد جاوید صاحب کی نماز جنازہ غائب کا اعلان کرتے ہوئے انکی متعدد خوبیوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ آپ نے اپنے بیٹے حافظ سبحان ایوب کو قرآن حفظ کروایا۔

۳۰؍دسمبر ۲۰۱۶ء

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا: دنیا میں رائج کیلنڈر کے مطابق دو دن بعد انشاء اللہ نیا سال شروع ہو رہا ہے۔ دنیا والے تو گزشتہ سال کا اختتام بھی بیہودہ طریقہ سے کرتے ہیں اور نئے سال کا آغاز بھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی دینی آنکھ اندھی ہو چکی ہے۔ مومن کو ان لغویات سے نہ صرف بچنا چاہئے بلکہ اپنے گزرے سال پر اپنا دینی اور روحانی محاسبہ کرنا چاہئے کہ کیا پایا اور کیا کھویا۔ ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتا چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا نہیں۔ پس ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز جائزہ اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہونگے۔ اگر کمزوریاں رہ گئیں اور جائزہ تسلی نہیں دلا رہا تو یہ دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا نہ ہو اور ہر قدم اللہ کی رضا میں اُٹھنے والا ہو، ہمارا ہر دن اسوہ رسول ﷺ پر چلنے والا ہو، ہمارے دن و رات حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ عہد بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں۔ حضور انور نے فرمایا: اصل سوال تو یہ ہے کہ کیا ہم نے گزرے سال میں شرک سے اجتناب کا وعدہ پورا کیا، حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ توحید صرف اس چیز کا نام نہیں کہ منہ سے لا الہ الا اللہ کہہ دیا جائے جبکہ دل میں ہزار بت ہوں، پھر یہ سوال ہے کہ کیا ہمارا سارا سال جھوٹ سے پاک ہونے پر گزرا؟ کیا ہم نے اپنے آپ کو ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ جو خیالات کو گندا کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں ان سے دور رکھنے کی کوشش کی ہے؟ کیا بد نظری سے بچنے کی کوشش کی ہے؟ کیا ہم نے گناہ سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو ظلم سے بچایا ہے یعنی کسی کا مال ناجائز طور پر تو نہیں دبایا۔ کیا فساد سے بچنے کی کوشش کی ہے۔ چغل خوری کرنے والے فسادی ہیں محبت کرنے والوں کے درمیان جو بگاڑ پیدا کرتے ہیں وہ فسادی ہیں، کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہو جاتے، پھر کیا ہم پانچ وقت نمازیں پڑھتے رہے ہیں؟ کیا نماز تہجد پڑھنے کی طرف توجہ رہی؟ اس کی عادت گناہوں سے روکتی ہے برائیوں کو ختم کرتی ہے اور جسمانی بیماریوں سے بھی بچاتی ہے۔ پھر ہم نے سوال کرنا ہے کہ کیا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی باقاعدہ کوشش کرتے ہیں۔ باقاعدگی سے استغفار کرتے رہے ہیں۔ کیا ہم دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچے ہیں۔ عاجزی ہمارا امتیاز رہا ہے، خوشی غمی اور تنگی آسائش ہر جگہ خدا سے وفا کی ہے شکوہ تو نہیں پیدا ہوا، ہر قسم کی رسوم سے بچے ہیں۔ جو بدعات کی طرف لے جاتی ہیں۔ کیا قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟ کیا ہم اس عہد پر قائم رہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کریں گے۔ کیا ہم خلافت سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے اہل و عیال کو بھی اس طرف توجہ کرواتے رہے ہیں۔ اگر تو ان سوالوں کے اکثر جواب مثبت ہیں تو ہم نے باوجود کمزوریوں کے بہت کچھ حاصل کیا۔ اگر جواب نہیں ہے تو پھر ہمیں فکر سے نئے سال میں داخل ہوتے ہوئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے، پھر حضورِ انور نے حضرت مسیح موعودؑ کے چند اقتباسات پیش فرمائے جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت سے کیا توقعات تھیں اور نیکی کے کس معیار پر آپ ہمیں دیکھنا چاہتے تھے، پھر دعا فرمائی کہ اللہ کرے کہ ہم اس نصیحت کو سامنے رکھتے ہوئے زندگی گزارنے والے ہوں عہد بیعت کو پورا کرنے والے ہوں زندگیاں خدا کی رضا کے حصول میں گزرنے والی ہوں۔ نیا سال برکتوں کے ساتھ آئے اور دشمنوں کے تمام منصوبے ناکام کرتے ہوئے تمام احمدیوں کو امن میں رکھے خصوصاً پاکستان اور الجزائر میں۔ آمین۔

۶؍جنوری ۲۰۱۷ء

حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان دنیا میں مختلف مقاصد کے لئے مال خرچ کرتا ہے لیکن آج دنیا میں صرف جماعت احمدیہ ہے جو پوری دنیا میں ایک مقصد کے لئے اپنے اموال پیش کر رہی ہے اور وہ مقصد بھی دینی مقصد ہے۔ یہ جماعت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہے جو اسلام کی ترقی کے لئے اپنا مال خرچ کر رہی ہے، کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو مالی قربانی کا حقیقی ادراک عطا فرمایا ہے۔ حضور علیہ السلام نے ایک جگہ پر فرمایا کہ میں بار بار تاکید کرتا ہوں کہ مالی قربانی کرو۔ یہ خدا تعالیٰ کے حکم میں سے ہے۔ اس وقت اسلام مظلوم ہے۔ جب یہ حالت ہو گئی ہے تو کیا ہم اسلام کے لئے قدم

نہ اٹھائیں۔ اسی غرض کے لئے تو خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو قائم کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ خدا کا وعدہ ہے جو شخص اللہ کے لئے دے گا دنیا میں ہی خدا اسے بہت کچھ دے گا اور آخرت میں بھی اجر پائے گا۔ یقیناً آپ کے صحابہ نے اس بات کو سمجھا اور اپنے اموال کو ان مقاصد کے لئے پیش کیا اور ان کا ذکر بھی حضور علیہ السلام نے متعدد جگہ پر فرمایا ہے۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ اس جماعت میں مالی قربانی اب نہایت مستحکم ہو چکی ہے اور نئے آنے والے بھی حیرت انگیز قربانیاں کر رہے ہیں۔ وہ اس قرآنی تعلیم پر عمل کرتے ہیں کہ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال اللہ کی رضا کی خاطر چاہتے ہوئے خرچ کرتے ہیں۔ فرمایا کہ غریب لوگوں کی قربانی بھی جماعتی ترقی کے لئے بے شمار پھل لاتی ہے اور دنیا حیران ہوتی ہے کہ ان وسائل سے ہم اتنا کام کیسے کر لیتے ہیں۔ جب مقصد اللہ کی رضا ہو تو پھل بھی بہت لگتے ہیں۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دنیا بھر کے مختلف احمدیوں کی مثالیں پیش کیں کہ کس طرح وہ اللہ کی راہ میں مالی قربانی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بن رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ روز ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو اللہ تعالیٰ نئے لوگ عطا کر رہا ہے اور وہ اپنی قربانیوں میں بڑھتے جا رہے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ان لوگوں کے لئے فکر کا مقام بھی ہے جو آسائش میں رہتے ہیں، امیر ملکوں میں رہتے ہیں اور باوجود اس کے ان کی قربانیاں معمولی ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کو قربانیاں دینی چاہئیں اور اس میں بڑھنا چاہئے۔

حضور نے فرمایا کہ جیسے کہ عام طریق ہے، میں آج وقف جدید کے ساٹھویں سال کا اعلان کرتا ہوں۔ اس سال کل آمد ۸۰ لاکھ ۲۰ ہزار پاؤنڈ ہے جو گزشتہ سال سے تقریباً ۱۲ ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ پاکستان پہلے نمبر پر ہے جس کے بعد ہے یوکے، جرمنی، امریکہ، کینیڈا، ہندوستان، آسٹریلیا، پھر مشرقِ وسطیٰ کی ایک جماعت ہے، پھر انڈونیشیا، پھر مشرقِ وسطیٰ کی ایک جماعت ہے اور دسویں نمبر پر گھانا ہے۔ کل ۱۳ لاکھ ۴۰ ہزار لوگوں نے اس سال وقفِ جدید میں شمولیت کی جو پچھلے سال سے ایک لاکھ ۵ ہزار زیادہ ہے۔ حضور نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان تمام قربانیاں کرنے والوں کی قربانی قبول فرمائے اور مزید بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر پر حضورِ انور نے دو نمازِ جنازہ غائب کا اعلان فرمایا۔ مکرمہ اسماء طاہرہ صاحبہ آف کینیڈا جو حضورِ انور ایدہ اللہ کی ممانی تھیں اور مکرم چوہدری حمید نصر اللہ خان صاحب آف لاہور پاکستان جنہوں نے جماعت کے لئے بے شمار خدمات پیش کیں۔ حضورِ انور نے ان کے بیشمار اوصافِ کریمہ کا بھی ذکر فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۳ر جنوری ۲۰۱۷ء

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مذہب بوجھ ہے اور یہ ان کی آزادی پر پابندی لگاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: وما جعل من دين حرج یعنی دین کی تعلیم میں کوئی تنگی کا پہلو نہیں رکھا گیا۔ دین کا تو مقصد ہی ہر قسم کی مشکلات سے بچانا ہے یعنی دینِ اسلام میں کوئی ایسا حکم نہیں جو تمہیں مشکل میں ڈالے، بعض باتیں بظاہر چھوٹی لگتی ہیں لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کے نتائج انتہائی بھیانک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ فیشن کے نام پر ننگ مرد و عورتوں میں عام ہو رہا ہے اور ظاہر ہے کہ اسکا اثر ہمارے بچوں پر بھی ہو گا۔ احمدی بچیاں ہیں جو سوال کرتی ہیں کہ کیوں ہم بھی ان ممالک میں غیر مسلم عورتوں جیسے کپڑے نہیں پہن سکتے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم نے دین پر قائم رہنا ہے تو دین پر عمل بھی کرنا ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ پس حیادار لباس اور پردہ ہمارے ایمان کو بچانے کے لئے ضروری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ یورپ میں رائج عورتوں کی آزادی کی وجہ سے فسق وفجور ہر جگہ پھیل گیا ہے اور مرد بے لگام گھوڑوں کی طرح ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ آجکل کے معاشرے میں جو برائیاں ہمیں نظر آ رہی ہیں یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک ایک بات کو سچ ثابت کرتی ہیں، اس لئے ہر احمدی کو اسلامی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسی طرح ہماری نسلیں ان برائیوں سے بچ سکتی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ایک بچی نے مجھے لکھا کہ بینک میں ایک اچھی نوکری ملنے کی امید ہے۔ اگر یہاں پر حجاب پہننے کی اجازت نہ ہو تو کیا میں حجاب کے بغیر نوکری کر سکتی ہوں۔ فرمایا کہ بہت سی احمدی خواتین کے ایسے ہی سوال ہوتے ہیں، ڈاکٹروں کے بعض کام باقاعدہ پردہ میں نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ریسرچ کرنے والیاں اگر ریسرچ کر رہی ہیں تو لیب والے کپڑے پہن سکتی ہیں۔ بینک کی نوکری کوئی ایسی نوکری نہیں ہے جس سے انسانیت کی خدمت ہو رہی ہو۔ عام نوکری کے لئے حجاب اتارنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حیا کے لئے حیادار لباس ضروری ہے۔ حضور

نے فرمایا کہ اسلام مخالف طاقتیں آزادیٔ اظہار کے نام پر بڑی کوشش کر رہی ہیں کہ مذہب کی تعلیمات کو ایک طرف رکھ دیا جائے۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانہ میں حقیقی مذہب کی خدمت کی ذمہ داری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کو سونپی گئی ہے۔ ہم نے لڑائی نہیں کرنی لیکن حکمت کے ساتھ ان سے نبٹنا ہے۔ ہمیں دعا بھی کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مدد بھی فرمائے۔ اگر ہم سچائی پر قائم ہیں اور یقیناً ہیں تو ایک دن ہم کامیاب ہونگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں تلوار کا جہاد نہیں ہے بلکہ نفس کا جہاد ہے۔ اس لئے مغربی ممالک میں رہنے والے احمدیوں کو ملکی خدمت کے لئے آگے بڑھنا چاہئے اور جب یہ ہو گا تو خود بخود ان شیطانی طاقتوں کا منہ بند ہو جائے گا۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ اگر ہم نے اپنی مذہبی تعلیمات کو قائم نہ رکھا تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ ان ترقی یافتہ قوموں کی ترقی میں ہی ہماری کامیابی ہے۔ اب جو ان کے اخلاق کی حالت ہے وہ ان کے زوال کی طرف لے جا رہی ہے اس لئے اب انسانی ہمدردی کے تحت ہمیں ان کی راہنمائی کرنی ہے۔ اس کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اسلامی پردہ کی تعلیم کو تفصیل سے بیان کیا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے پردہ کے لحاظ سے اسلام نے کیا کیا احکامات جاری کئے ہیں اور ان احکامات میں کیا حکمت ہے۔ پس ہر قسم کی بے پردگی سے بچیں۔ مثلاً مرد و عورت جو نامحرم ہیں وہ آپس میں دوستی سے بچیں۔ غضِ بصر سے کام لیں اور عورتیں پردہ کا خیال رکھیں، آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا۔ اللہ کرے کہ ہم سب حیا کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے اور اسلامی احکام کی ہر طرح سے پابندی کرنے والے ہوں۔ آمین

کچھ کتابوں کے بارے میں

لطف الرحمٰن محمود

کتابوں اور اُن کے تنوّع پر کئی زاویوں اور پہلوؤں سے بات ہو سکتی ہے۔ کتابوں کی تقطیع ہی کو لے لیجئے یعنی لمبائی۔ چوڑائی اور موٹائی میں بڑی ورائٹی پائی جاتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کتابوں کی طباعت و اشاعت کے انداز میں بھی فرق پڑا ہے۔ مثلاً ان کی تقطیع اور دیگر محاسن متاثر ہوئے ہیں۔ ہمارے طالب علمی کے دَور میں ''درسی کتابوں'' کا ایک سائز مقبول و مشہور تھا۔ پھر سنجیدہ دینی کتابوں کی ایک خاص تقطیع تھی۔ اسے ہم سلسلہ عالیہ کی کتابوں کی مشہور تقطیع کے حوالے سے یاد رکھ سکتے ہیں یعنی وہ تقطیع جس کے مطابق روحانی خزائن، ملفوظات اور دیگر جماعتی کتابیں طبع ہوتی ہیں۔ دُعائیہ کُتب اور اسی قسم کی چھوٹی چھوٹی کتابیں خاص تقطیع پر طبع ہوتی ہیں اور اُن کے لئے وہی تقطیع مشہور و معروف ہے۔ اس کی مشہور مثالیں نماز مترجم' ادعیۃ القرآن' ادعیۃ الرسولؐ' اور ادعیۃ المسیح الموعودؑ وغیرہ ہیں۔ اسے ہم درسی کتب کی تقطیع کہہ کر یاد رکھ سکتے ہیں۔ ہمارے دینی لٹریچر ملفوظات اور روحانی خزائن کے سیریز کے لئے ایک خاص تقطیع مخصوص ہے۔ آج کل اکثر کتابیں ''اے فور''(A-4) سائز میں آرہی ہیں۔ اب تو ہر گھر میں چھوٹی بڑی لائبریری موجود ہوتی ہے۔ بلکہ ہونی چاہیئے۔ پرنٹنگ میں آسانی کے پیشِ نظر گویا ہر گھر میں ایک چھوٹا موٹا پرنٹنگ پریس بھی موجود ہے۔ میں طالب علمی کے زمانے سے ہر سال کم از کم، تین چار کتابیں خرید کر اپنی لائبریری میں داخل کرتا رہا ہوں۔ اس طرح ایک چھوٹی لائبریری معرضِ وجود میں آگئی۔ اگرچہ ایک خوشگوار قسم کی ایک دھمکی کانوں میں پڑتی رہتی ہے۔ مطالعہ کی عادت روایتی حدود و قیود کی پابندی نہ کرپائی۔ کتابیں اور اخبارات و جرائد ادھر اُدھر پڑے دکھائی دینے لگے۔ اس پر بیگم کا احتجاج جاری رہا۔ ان دنوں مجھے دو نئی کتابوں کے مطالعہ کا موقع ملا۔ سائز اور تقطیع کے حوالے سے ان کتابوں کی ہیئت اور شکل و صورت روایتی کتب سے مختلف ہے۔ ان کی تقطیع ''۱۲'' اور ''۱۴'' (۱۲ اِنچ ضرب ۱۴ اِنچ) ہے۔ اگرچہ صفحات کی تعداد زیادہ نہیں یعنی صرف ۲۹ صفحات ہے۔ درمیانی صفحات ایک چارٹ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ جو کئی ہزار الفاظ و محاورات پر مشتمل ہیں۔ اور معلومات کا نادر خزانہ! یہ کتاب وزن کے لحاظ سے اچھا خاصہ جان لیوا ہتھیار ثابت ہو سکتی ہے۔ اردو کے مشہور شاعر' استاد ذوقؔ کو دوست احباب' نوکر چاکر اور گھر کے خُدّام پر ''قلمدان'' پھینکنے کی عادت تھی۔ اُن کے خادم کا نام 'غنچہ' تھا۔ جونہی یہ

الفاظ ان کے دہانِ مبارک سے صادر ہوتے کہ 'غنچے لانا قلمدان' تو اس کا مطلب ہوتا کہ کسی کی گردن ٹوٹی، آنکھ پھُوٹی، ہونٹ پھٹا یا دانت ٹوٹ کر گرا۔ اچھی خاصی قابلِ دخل اندازیٔ پولیس واردات ہو جاتی۔ ان وارداتوں کو نظر انداز نہ کیجئے۔ میں ایک نادر کتاب کا تعارف کروا رہا تھا۔ اس کا نام Time Chart of World Religion ہے۔ کتاب کے مُصنف John B. Sparks نے یہ خلاصہ بڑی محنت سے تیار کیا ہے، مذہب کی ۴۰۰۰ سالہ تاریخ کا نادر خلاصہ ہے۔ اور ہے بھی ایک چارٹ کی صورت میں۔ مذہب کے موضوع پر معلومات کا انتہائی مفید خزانہ ہے۔ تاریخ مذاہب کے اس خلاصے اور نچوڑ میں چارٹ کی شکل میں معلومات جمع کر دی گئی ہیں۔ اگر اس چارٹ کو فرش پر پھیلا جائے تو فرش کا کافی حصہ اس سے کوَر ہو جائے گا۔ علمی خزانے کا پھیلاؤ دیکھ کر آنکھیں پھیل جائیں گی۔ اس حالت میں اس خزانے سے استفادہ کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس چارٹ کے اوپر چل کر مطالعہ کرنا بے ادبی کے مترادف ہو گا۔ عرض ہے کہ اس خلاصے میں نئے اور پرانے 'اِزم' شامل کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً جوڈا اِزم اور جین ازم وغیرہ کے ساتھ ساتھ سِکھ اِزم اور بہائی اِزم نسبتاً کم سن تحریکوں کی پذیرائی ہو گئی ہے۔ اسلام کو ازم کی بجائے دِین کے طور پر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور تاریخ اسلام کے مشہور واقعات معراج و اسراء کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مذاہب کا جو چارٹ پیش کیا گیا ہے اس میں بہائی اِزم بھی موجود ہے۔ انیسویں صدی کی مذہبی تحریکوں میں جماعت احمدیہ مسلمہ کا تعارف بھی پیش کیا گیا ہے جو درج ذیل الفاظ پر مشتمل ہے۔

Mirza Ghulam of India claims to be the Promised Mahdi and Messiah and appropriating Christian ideas, found the Ahmadiyya Muslim sect.

عجیب بات ہے کہ انتہائی مختصر نوٹ میں ''سُوڈانی مہدی'' کا ذکر ایک ''مُفتری مہدی'' کے طور پر کیا گیا ہے۔

"False Mahdi in the Sudan and Somaliland."

یاد رہے کہ اس مفتری مدعی مہدویت کا ذکر کسی احمدی مصنف و محقق کی 'ایجاد' نہیں۔ یہ بھی فاضل مصنف کی اپنی تحقیق کا نتیجہ ہے۔ البتہ اس 'جھوٹے' کے سابقے سے ایک سچے مہدی کے وجود و ظہور کا امکان باقی رہتا ہے جو باطل مدعیوں کے ہجوم کے باوجود اپنے وقت پر ظاہر ہو کر حق و صداقت کا نُور پھیلائے گا۔ سوڈانی مہدی کا ذکر کر آیا ہوں۔ ایک مہدی نے ایران کی سرزمین میں دعویٰ کیا۔ ایک مہدی صاحب کا مکہ معظمہ کی سرزمین میں ظہور ہوا۔ حُکّام نے اُنہیں اپنے پچاس ساٹھ رفقاء اور داعیوں کے ساتھ تہ تیغ کر دیا اور لمبے عرصے تک وہاں ان کے حوالہ سے افاقہ رہا۔ اسامہ بن لادن کی خوش عقیدگی کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے بجٹ میں مہدی موعود کے ظہور کے بعد اُن مقاصدِ عالیہ کے لئے بھاری رقم مختص کی۔ غالباً وہ اُن کے ساتھ ہی سمندر کی نذر ہو گئی۔ پاکستان میں ایک آئینی ترمیم کے ذریعے مہدی و عیسیٰ پر 'پابندی' عاید کی جا چکی ہے۔ لمحۂ فکریہ ہے کہ مہدی و مسیح تو نہیں آ سکے۔ البتہ دجّالوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بڑی شان و شوکت سے جاری و ساری رہے گا۔

اہلِ تشیّع اور اہلِ سُنّت والجماعۃ کے درمیان تیرہ چودہ صدیوں سے دلچسپ اور نازک فقہی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ شیعہ اور سُنی مسالک اور مکاتبِ فکر میں ظہور مہدی و مسیح کے حوالے سے بھی کافی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان مہدی حضرات کی حکومتی پالیسیوں میں بھی اختلافات موجود ہیں حتّٰی کہ سُنّی اور شیعہ مہدی کے دارالحکومت یعنی مرکزِ حکومت میں بھی اختلاف ہے۔ سُنّی مہدی کا دارالخلافت مکہ یا مدینہ ہو گا مگر شیعہ مہدی کا کُوفہ۔ ان کے مقاصد عالیہ اور ظہور و خروج کی تفاصیل میں بھی اختلافات ہیں۔ اگر کبھی موقع ملا تو دونوں مہدی حضرات کا اس حوالے سے بھی تعارف پیش کر دیا جائے گا۔ مجھے تو ڈر ہے کہ اگر ایک جدول کی شکل میں دونوں مسالک کے مہدی صاحبان کا مقابلہ اور موازنہ کیا گیا تو ان کے استقبال و خیر مقدم کی بجائے دونوں محاذوں پر کُشت و خون کے نئے ابواب اور ادوار کھل جائیں گے اور امت مسلمہ کے بڑے بڑے گروہ خیر مقدم کی بجائے لشکر کشی اور کُشت و خون کی تیاریوں میں جُت جائیں گے۔

رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا

وہ سنگلاخ چٹانوں کے نرم خُو باسی، میرے پیارے والد عزیز احمد صاحب

قرۃ العین پیر انصار الدین (حال امریکہ)

میں ۱۸ اگست کی وہ گرم شام شاید زندگی بھر نہ بُھلا سکوں جب میرے پیارے والد صاحب کی وفات کی خبر ملی۔ ایک ماہ پہلے ڈاکٹر نے جگر کا سرطان بتایا تھا اور میں نے اُس کے کچھ عرصہ بعد ہی ویزے کے لیے apply کر دیا لیکن شاید خدا تعالےٰ کو میری ملاقات منظور نہ تھی میں پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ میرے لیے دعائیں کرنے والی ہستی یوں چلی جائے گی کبھی سوچا نہ تھا۔

میرے پیارے والد صاحب قصبہ دوالمیال جو پہاڑوں اور پتھروں کی سرزمین ہے ایک نرم خُو انسان تھے اُس بستی کے۔ یادوں کی ایک داستان ہے لیکن میں اُس پیاری ہستی کی کچھ یادیں بانٹوں گی۔ میرے والد صاحب کا تعلق دوالمیال ضلع چکوال سے تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے کے موضع ڈلوال سے حاصل کی۔ آپ نے پاک فوج کی ایک لمبے عرصے خدمت کی۔ آپ کی والدہ محترمہ نے بہت چھوٹی عمر میں احمدیت قبول کی۔ اُن کے خون میں احمدیت شامل ہو چکی تھی۔ دوالمیال وہ قصبہ ہے جس میں بے شمار لوگ صحابی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یقین رکھتے تھے اُن کی سچائی کو دل سے مانتے تھے۔ اباجان بھی اُس بستی کے اخلاص سے پُر، احمدیت اور خلافت سے سچی محبت کرنے والے تھے۔ آپ نے اپنی ریٹائرمنٹ کے فوراً بعد کافی عرصہ دوالمیال میں جماعت کی خدمت کی۔ آپ اصلاحی کمیٹی کے ممبر بھی تھے دعوت الی اللہ کے سیکرٹری بھی رہے اور اکثر ملنے جلنے والوں کو دعوت الی اللہ کرتے رہتے تھے۔

آپ زعیم انصار اللہ بھی کچھ عرصہ رہے اور کچھ عرصہ نائب امیر دوالمیال رہے۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے غیر از جماعت لوگوں کی بے تحاشا خدمت کی۔ آپ نے بے شمار لڑکیوں کے جہیز کے لیے رقم دی۔ دو خاندانوں کا مکمل خرچ آپ نے اٹھایا ہوا تھا۔ اپنا گھر بھی مسائل کی شکار ایک یتیم ضرورت مند لڑکی کو دس سال سے دے رکھا تھا جس میں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی اباجان کی وفات پر بہت روئی اور کہنے لگی وہ میرے باپ تھے اور آج میں پھر یتیم ہو گئی ہوں۔ اُن کی وفات کے کچھ عرصہ پہلے اُن کے کہنے پر میں نے ایک غریب لڑکی کی شادی کے کافی اخراجات اُٹھائے۔ ہم اُنہیں کہتے تھے کہ جس قدر آپ خدمت خلق کرتے ہیں آپ کوئی ٹرسٹ بنالیں لیکن بغیر ٹرسٹ کے ہی خاندان کے اور دوسرے لوگوں نے باہر سے بھی آپ کو پیسے بھجوانے شروع کر دیئے اُن کے گھر ہر وقت ایک تانتا بندھا رہتا۔ آس پاس کے علاقے کے لوگوں کی بھی مدد شروع کر دی۔ میں نے ایک دن کہا اباجان آپ وقت پر یہ خدمت خلق شروع کرتے تو شاید ایدھی کے بعد آپ ہو سکتے تھے۔

امی جان کی وفات کے بعد وہ بجھے بجھے رہنے لگے تھے اکیلے رہتے تھے ہمیں بہت فکر تھی اکثر بیمار بھی ہو جاتے تھے میرے چچازاد بھائی اسحاق نے تو بچوں سے بڑھ کر اُن کی خدمت کی۔ اللہ تعالےٰ جزا دے، آمین۔ پانچ سال پہلے وہ مستقل طور پر بھائی کے پاس کینیڈا شفٹ ہو گئے۔ اُنہوں نے مشن ہاؤس میں اپنی زندگی مصروف کر لی۔ کبھی کبھی یہاں کی تنہائیوں اور نئے کلچر کی وجہ سے پریشان ہو جاتے تھے لیکن اکثر کہا کرتے کہ میں مشن ہاؤس کی وجہ سے یہاں بہت مطمئن ہوں۔ صبح نکلتے اور شام گئے واپس آتے۔ فون پہ وہاں کے اپنے دوست بزرگوں کے واقعات اور اپنے کاموں کا بتاتے رہتے تھے۔ وہ کہا کرتے کہ جماعت کی خدمت کر کے مجھے بہت سکون ملتا ہے۔ اب تک وہ پاکستان میں لوگوں کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اُن کے واقعات تو بے شمار ہیں لیکن میں چند پر ہی اکتفا کروں گی۔

دو سال پہلے میری بیماری پہ پریشان ہو کر پاکستان آئے۔ میں نے ہر وقت اُن کے کمرے سے تلاوت کی اور دعاؤں کی آوازیں سُنیں۔ تب مجھے پتہ چلا کہ وہ کس قدر قرآن پڑھتے ہیں اور دعائیں کرتے ہیں۔ کہنے لگے، میرا تو وہاں بھی یہی معمول ہے۔ خواب میں دو دفعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حج تو نہ کر سکتے تھے لیکن مجھے بتایا کہ انہوں نے خواب میں پورا حج کیا ہے۔ پھر ایک دفعہ اُنہوں نے جنت دوزخ کے نظارے دیکھے۔

میرے سب بہن بھائی مختلف ملکوں میں آبسے ہیں اُن کی وفات سے پہلے اور وفات پر سب اکٹھے ہو گئے۔ اُنہوں نے ایک ماہ ہسپتال میں گزارا۔ کبھی ایک لفظ تکلیف کا اظہار نہ کیا۔ بہت کمزور ہو چکے تھے مجھے فون پر اکثر کہتے کہ کب آ رہی ہو اور میں تسلی دیتی کہ جلد ہی آ رہی ہوں۔ میرے بھائی وسیم نے تو دل و جان سے اُن کی خدمت کی۔

اللہ تعالیٰ نے بہت پیار سے اُن کو اپنے پاس بُلایا۔ کسی طرح کی محتاجی نہ کاٹی۔ آخری وقت تک غسل خانے خود جاتے رہے۔ وضو کر کے سب نمازیں پڑھیں۔ جمعہ کا دن تھا۔ نماز جمعہ کے بعد اُن کا نماز جنازہ تھا۔ انصاراللہ کا اجتماع تھا۔ غیر معمولی بڑا جنازہ تھا۔ کینیڈا کے پیارے لوگوں نے بہت محبت کا سلوک کیا سب رشتے دار اُن کے نماز جنازہ میں شریک ہوئے اور میرے پیارے اباجان کو جو کہ موصی تھے وہاں مٹی کے سپرد کر دیا۔ حضور نے ازراہِ شفقت اُن کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ دنیا کے مختلف ملکوں میں اُن کی غائبانہ نماز جنازہ ہوئی، امریکہ میں بیت الرحمٰن، ورجینیا کی مسجد مبارک، نیو جرسی اور نیو یارک میں، کینیڈا میں کیلگری، جرمنی اور پاکستان میں اُن کا غائبانہ جنازہ پڑھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اُن سے بہت پیار اور مغفرت کا سلوک کرے۔ ہمیں اُن کی دعاؤں کا وارث بنائے، آمین۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے ہمیں صبر اور ہمت سے اس صدمہ کو برداشت کرنے کی توفیق دے، آمین۔

ہر پل امتحان ہے زندگی!

صفیہ بشیر سامی لندن

بہت ہی مشکل یہ موضوع ہے۔ اس موضوع پر لکھنا کوئی آسان بات نہیں ہے لیکن پھر بھی نہ جانے مَیں نے کیوں اس مشکل میں اپنا ہاتھ ڈال لیا ہے۔ یہ بھی ہر گز مطلب نہیں ہے کہ اس موضوع پر جو میں لکھنے لگی ہوں وہ میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کو لکھنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم سب ایک بیوہ کی زندگی کو کتنا سمجھ سکتے ہیں۔ اس امید پر کہ میرے لکھنے سے شاید کسی کا دل پسیج جائے اور وہ اپنے برتاؤ میں بہتری لے آئے اور کسی کو کوئی خوشی دے سکے۔ زندگی سدا ایک سی نہیں رہتی بہت اتار چڑھاؤ آتے ہیں۔ میری ہنستی مسکراتی زندگی بھی ایک دم بدل کر رہ گئی، پھر کچھ ایسے دلگداز واقعات میرے سامنے آئے جنہوں نے مجھے اپنے اور دوسروں کے درد بانٹنے کا سلیقہ سکھایا۔ جب اپنے گردو پیش پر نظر ڈالی تو کئی خواتین کو چپکے چپکے اپنے زخموں کو سہلاتے ہوئے دیکھا۔ اِن سب تکلیف دہ باتوں میں کہیں نہ کہیں عورت کو ہی عورت پر ظلم کرتے دیکھا۔ انجانے میں ہم وہ کچھ کر جاتی ہیں جو کسی صورت بھی قابل قبول یا برداشت نہیں ہو سکتا۔ ان سب وجوہات میں مَیں خود بھی شامل ہوں، نہ جانے، نہ چاہتے ہوئے مَیں نے بھی کیا کچھ نہ کیا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے۔ آمین۔

جب ہم خود کسی تکلیف سے گزریں تو دوسرے کے دکھ درد کا زیادہ احساس ہوتا ہے مَیں یہاں کچھ چشم دید واقعات لکھوں گی یہ کوئی افسانہ یا من گھڑت قصہ نہیں ہے۔ سب سے پہلے ایک ایسی نوجوان بیوہ کے بارے میں لکھوں گی جو بہت جوانی کی عمر میں بیوہ ہوئی اور اُس نے کس جدوجہد سے زندگی گزاری تھی وہ ایک مثال چھوڑ گئی ہے۔

شوہر کی وفات کے بعد اپنے والدین کے گھر آ گئی روایتی طور پر وہی ہوا جو ہر گھر میں ہوتا ہے، والدین کی خواہش کہ دوبارہ شادی کر لو، جو وہ کسی صورت میں نہیں کرنا چاہتی تھیں وہ اپنے بل بوتے پر اپنے بچوں کی پرورش کرنا چاہتی تھیں، جب بیوہ نے دیکھا کہ مَیں ان سب کی باتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اپنے بچوں کو اپنی مرضی کے مطابق زندگی نہیں دے سکتی تو اُس بے حد خوبصورت جوان بیوہ بیٹی اور بہن نے ان ساری مشکلات سے نکلنے کے لئے ایک ایسا فیصلہ لیا جس پر پوری زندگی عمل کیا۔ یعنی علیحدہ سے گھر لیا محنت مزدوری شروع کر دی، چھوٹی سی دوکان ڈالی، محنت اور عزت سے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور اس قابل کر دیا کہ دنیا میں فخر سے سر اُٹھا کر زندگی گزار سکیں، ماشاء اللہ، اللہ نے اتنا نوازا کے کئی گھروں کی یہ بیوہ کفالت کرنے لگیں، خاص طور پر اپنے غریب بہن بھائیوں کو ہمیشہ فوقیت دی، جہاں کہیں بھی کوئی یتیم یا بیوہ کا علم ہوا فوراً اُن کا دکھ درد بٹانے پہنچ جاتیں۔ الحمدللہ پوری فیملی میں نمایاں ہو کر جیئے، بچوں نے بہت دنیا کمائی اپنی ماں کو بھی بہت عزت دی، وہ ماں دنیا کی خوش نصیب ترین ماں تھی جو بھی بات وہ منہ سے نکالتی پوری ہوتی بے حد نفیس مزاج کی تحمل والی سلیقہ شعار، بردبار خاتون سب کے دکھوں میں شامل ہونے والی تھیں۔

جب اُن کے بچوں کی شادیاں ہو گئیں تو وہی ماں جو اِن بچوں پر راج کرتی تھی اب ماں پر اُن کا راج شروع ہو گیا۔ اُن کے بچے رفتہ رفتہ اپنی زندگیوں میں ایسے مگن ہوئے کہ وہ اپنی ماں کو پوری توجہ نہ دے سکے، جس ماں نے خونِ جگر دے کر پرورش کی تھی، آخری وقت میں کوئی بھی اُس کے قریب نہیں تھا، مَیں چونکہ ان کو قریب سے جانتی تھی اس لئے میرے دل پر اُن کی اس طرح کی

وفات کا بہت گہرا اثر ہوا، افسوس کیا ایک بیوہ کا آخری انجام ایسے ہی ہوتا ہے۔ اگر دس بچے ہیں تو ایک ماں اکیلی اُس کو سنبھال لے گی مگر ایک ماں کو دس بچے نہیں سنبھال سکتے۔ افسوس صد افسوس۔

دوسرا واقعہ۔ مَیں بس میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک سٹاپ سے بزرگ سی خاتون سوار ہوئیں اور میرے پاس ہی آ کر بیٹھ گئیں۔ تھوڑا غور سے دیکھا تو وہ رو رہی تھیں، مجھے دکھ ہوا کے نجانے کیوں رو رہی ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی میں نے وجہ پوچھ لی وہ مزید رونے لگیں، مَیں نے اُن کو تسلی دی اور پوچھا آپ بتائیں شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔ بولی نہیں میری کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا، بولیں مَیں اپنے بیٹے اور بہو کے ساتھ رہتی ہوں، بہو نے ناک میں دم کیا ہوا ہے نہاتی ہوں تو پانی باہر کیوں گرا، اگر نہیں نہاتی تو تم سے بد بو آ رہی ہے، کچن میں کوئی کام کرنا چاہوں تو کہتی ہے تمہیں کوئی عقل ہی نہیں ہے، بچوں کے ساتھ بات تک نہیں کرنے دیتی، غرض میں اُس کے رحم و کرم پہ ہوں جو بھی کر لوں وہی خراب ہو جاتا ہے۔ اب میں تنگ آ کر بس میں بیٹھ گئی ہوں، مَیں نے پوچھا اب آپ کہاں جا رہی ہیں؟ کہنے لگیں کہیں بھی نہیں جہاں بس رک جائے گی وہاں سے پھر واپس آ جاؤں گی۔ جب سے خاوند فوت ہوا میرا تو کوئی گھر ہی نہیں ہے۔ ظاہر ہے میرا تو بس سٹاپ آ گیا تھا مجھے اُترنا ہی تھا مگر مَیں آج تک اُن آنسوؤں کو نہیں بھول سکی اُس کے وہ آنسو میرے اندر ہی گرتے رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اِن محترمہ کا بھی کچھ قصور ہو مگر کیا ایک عورت دوسری بیوہ عورت کی اتنی دشمن ہو سکتی ہے کے اُس کا اپنے گھر میں رہنا بھی مشکل ہو جائے اور وہ دربدر گھومتی پھرے۔ کاش کہ ہم عورتیں دوسری عورت کا دکھ سمجھ سکیں۔ افسوس صد افسوس۔

اب سُنئے ایک اور خاتون کی داستان جسے میں بہت قریب سے جانتی ہوں جو ہر وقت مجھے کہتی ہیں کے میرا بیٹا میرا اتنا خیال رکھتا ہے کہ میں تنگ آ گئی ہوں مَیں اُس کو کہتی ہوں مجھے خود سے بازار جانے دو مگر نہیں مانتا کہتا آپ اکیلے نہیں جائیں کہیں گر گرا نہ جائیں، کھانے پینے کا خیال رکھتا رات کا کھانا ہم دونوں اکٹھے کھاتے ہیں مجھے عمرہ کروا کر لایا ہے، سارا وقت میرا ہاتھ تھام کر رکھا کہیں میں بھول کے ادھر اُدھر نہ ہو جاؤں، غرض ہر لحاظ سے میرا خیال رکھتا ہے۔ جب سے اُس کے ابو فوت ہوئے ہیں مجھے ایک منٹ کے لیئے بھی اکیلے پن کا احساس نہیں ہونے دیا۔ مَیں نے پوچھا باقی جو آپ کے بچے ہیں وہ آپ کے ساتھ کیسے ہیں، کہتی ہیں اُن سب کی شادیاں ہو چکی ہیں اُن کو وقت نہیں ملتا وہ اپنے بیوی بچوں میں بے حد مصروف ہیں۔ کہتی ہیں مَیں اس اپنے بیٹے کو کہتی ہوں تم بیالیس سال کے ہو گئے ہو شادی کر لو مگر نہیں مانتا۔ اب مَیں پھر حیران ہوں کیوں شادی نہیں کرتا وہ اپنی ماں کی زندگی میں ایک عورت کو اپنی زندگی میں شامل کیوں نہیں کر رہا اُس کو کیا ڈر ہے؟ یہ سوال میرے لیے اور ہر عورت کے لیے ہے۔

بہت سارے اسی طرح کے لوگوں کو جانتی ہوں اور دُکھ سے سوچتی ہوں کیوں ہم جو دنیا میں اولاد کو لانے کا سبب بنتی ہیں ماں جیسا ہمدرد اور شفقت سے بھرپور لقب پانے والیاں اپنی بیٹی اور بیٹوں کو پروان چڑھانے والیاں کیوں اپنی ہی ہم جنس کی کمزوریوں اور مجبوریوں سے اپنی اَنا کو مطمئن کرتی ہیں؟ اور نہیں جانتیں کہ ہم کیا کر رہی ہیں۔

مَیں نے خود بھی پانچ بچوں اور اپنے شوہر کے ساتھ بے حد خوشگوار زندگی گزاری ہے، الحمدللہ۔ مگر پھر میری زندگی میں بھی ایک ایسا دن آیا کہ مَیں نے خود ہی اپنے شوہر کی اس زندگی سے نجات کے لیئے دُعا مانگی جو اللہ تعالیٰ نے قبول بھی فرمالی:

بیماری کے آخری دنوں میں جب کہ ڈاکٹروں نے بھی کافی حد تک مایوسی کا اظہار کر دیا تھا اور ہمیں ہر طرح کے حالات کے لئے تیار رہنے کا مشورہ بھی دے دیا تھا۔ اِن کو چوبیس گھنٹے خون کی بوتلیں لگی رہتی تھیں۔ ایک دن مَیں جب اِن کے پاس بیٹھی ہوئی تھی آنکھیں کھولیں بہت ہی نقاہت کی حالت میں میرا ہاتھ پکڑا کہنے لگے میری ایک بات مانو گی، یہ جو بات مَیں تمہیں کہنے لگا ہوں وہ صرف تم ہی کر سکتی ہو کوئی اور یہ کام نہیں کر سکتا؟ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کیا کہنے والے تھے، کہتے ہیں ہاتھ اُٹھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگو کہ اللہ اب میرے پر کرم کر دے اور میری پردہ پوشی فرما دے مَیں تھک گیا ہوں۔ رُک کر بولے بہت اچھی زندگی گزری ہے، پھر آہستہ سے کہتے ہیں اور اب تو بات کرنے کی ہمت بھی نہیں ہے، تم مجھے روک کر کیا کرو گی، مجھے اپنے پیار اور زندگی سے آزاد کرو اور میرے لیے دُعا مانگ لو مَیں اب اللہ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

مَیں اپنی اُس وقت کی کیفیت کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی ایک لمحہ کے لیئے میری سانسیں رُک گئیں۔ یہ میری زندگی کا ساتھی اپنی زندگی کی آخری سانسوں میں مجھ سے کیسی دعا کی بھیک مانگ رہا ہے، مَیں سُن ہو گئی، اُن کی بات

سے۔ اُسی کمزوری اور نقاہت کی حالت میں جب کہ ابھی میرے ہاتھوں میں ان کے ہاتھ تھے، اتنی سی دیر میں مجھ پر غم کی صدیاں بیت گئیں۔ مَیں نے اُن کے وہ کمزور بے جان سے ہاتھ جو میرے ہاتھوں میں تھے آہستہ سے اُن کے سینے پر رکھے، اُنہوں نے نیم وا آنکھوں سے مجھے دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔

مَیں سجدوں میں گری رہی وہ دُعا مانگتی رہی جو میرے شوہر نے آخری وقت مجھے مانگنے کے لیئے کہا تھا۔ وہ بہت تکلیف میں تھے ہم سب سے دیکھا نہیں جاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے ہماری عاجزانہ دعائیں قبول فرمائیں اور وہ اللہ کا نیک بندہ اپنے اللہ کے حضور حاضر ہو گیا۔ مجھے آج تک کبھی افسوس نہیں ہوا کہ مَیں جو ہمیشہ اُن کی سلامتی اور لمبی عمر کی دعا مانگتی تھی آج اُن کے لیئے ایسی دعا کیوں مانگی جو عام حالت میں کبھی انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔

میری آنکھوں میں آنسو تھے، دل غم سے پھٹا جا رہا تھا لیکن نہیں جانتی کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کہاں سے اتنا صبر دے دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنا صبر دیا کہ اُس دن کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس ذات پاک نے مجھے حوصلہ دیا بیوگی کا غم کوئی چھوٹا غم نہیں ہوتا مگر پروردگار ساتھ دے تو برداشت کی طاقت مل جاتی ہے، مَیں اس غم کے ادراک کے بعد کسی بیوہ کو صرف زبان سے تسلی نہیں دیتی بلکہ دل کے درد سے اُسی کیفیت میں ڈوب کر دعا دیتی ہوں جس سے مَیں گزر چکی ہوں۔

شوہر کی وفات کے بعد خود کو اور سب بچوں کو سنبھالنا ایک مشکل کام تھا بچوں کو میں نے کہا آپ سب اپنی اپنی زندگیوں میں نارمل ہو جائیں میرے پاس صرف میرا چھوٹا بیٹا تھا جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی تھی، مَیں نے اپنی عدت اپنے رب کے سہارے اپنے ہی گلے لگ کر اور سجدہ ریز ہو کر گزاری، میں سارا وقت محسوس کر سکتی تھی کہ اللہ خود میرے اندر آ گیا ہے۔

مَیں نہیں چاہتی تھی کے کوئی بھی مجھے ہمدردی سے یا بیچاری سمجھ کر رحم کی نظروں سے دیکھے۔ مَیں اس غم کو ہمت بہادری سے گزارنا چاہتی تھی۔ ہاں جب شوہر کی وفات کے پانچ ہفتوں کے بعد میری والدہ اس دُنیا سے رخصت ہوئیں تو میں ٹوٹ گئی۔ کیونکہ زندگی بھر کا ساتھی اور زندگی دینے والی دونوں ہستیوں سے ایک دم میں محروم ہو گئی تھی۔ لیکن صبر کا دامن پھر بھی نہیں چھوڑا، سجدوں میں مزید مزا آنے لگا، میری تنہائیوں نے مجھے اتنا کچھ سکھا دیا کہ میں الحمد للہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتی گئی۔

پھر ایک دن میرے ہاتھ میں بی بی قوسی صاحبہ کا لکھا ہوا کلام (جو روزنامہ الفضل 20 اگست 2001 میں چھپا ہوا تھا) آ گیا جس نے مجھے مزید جینے کے ڈھنگ سکھائے۔ کلام کا کچھ حصہ لکھتی ہوں جو آج بھی میرے سامنے رہتا ہے۔ لکھتی ہیں:

اس کی درگہ پہ جا بیٹھو
جتنا چاہو تڑپو' مچلو
اس بن داتا کون ملے گا
جو بھی مانگو اس سے مانگو
اس کے پیار کی خواہش ہے تو
اپنے دل کے دھبے دھولو
اس کے لئے پر اتنا جانو
آنسو خوب بہانے ہوں گے
دامن خوب بھگو نا ہو گا
ہنسو گے ساتھ ہنسے گی دنیا
بیٹھ اکیلے رو نا ہو گا

پھر مَیں نے اپنے نفس پر کنٹرول کرنا سیکھا، اپنی خواہشات پر کنٹرول کیا۔ اپنی اَنا کو کچل دیا۔ بے جا شکوے شکایات سے پرہیز کیا، اپنے بچوں کو اور اُن کی زندگیوں میں وہ کیسے رہنا چاہتے ہیں خود فیصلے کریں، اپنی دخل اندازی کو چھوڑا۔ ان سب باتوں کا مجھے بے حد فائدہ ہوا، لوگوں کے اچھے اور سچے مشوروں پر عمل کرنا سیکھا۔

میرے سامنے ان بیواؤں کے گھر کے حالات تھے جہاں بہوؤں سے اختلاف رائے نے زندگی اجیرن کی ہوئی تھی، جب میرا شمار بھی ان میں ہوا جن کو شوہر کی وفات کے بعد بیٹوں کے ساتھ رہنا ہوتا ہے تو مَیں نے فیصلہ کیا کہ ان کی زندگی میں دخل نہیں دوں گی تا کہ ایسی نوبت نہ آئے۔ مجھے بہت جلد یہ بات اللہ تعالیٰ نے سمجھا دی کہ ایک عورت جو اپنے خاوند کی زندگی میں حکمران ہوتی ہے، اپنے بچوں کی نگران اور اُن کے اچھے بُرے فیصلوں کی راز دار ہوتی ہے۔ اُس کو اپنے خاوند کی ہر طرح سے معاونت اور راہنمائی حاصل ہوتی ہے، مگر اُس کی وفات کے بعد وہ صرف خاوند ہی سے نہیں بلکہ ایک ہمدرد ساتھی سے محروم ہو جاتی ہے۔ جو ہر سرد گرم میں اُس کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، مناسب فیصلہ کرنے

اور اسے منوانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کے بغیر جینا اور ان سارے کاموں کو سر انجام دینا جو پہلے نہیں کئے ہوتے اور نسبتاً زیادہ مشکلات میں گھر کر کرنے پڑتے ہیں اُس عورت کے اعصاب اور مزاج پر بُری طرح اثر انداز ہوتے ہیں، طبیعت میں چڑ چڑا پن آ جاتا ہے، اپنے اندر ہونے والی تبدیلی اور ہر دم بڑھتے ہوئے محرومی کے احساس پر قابو پانے میں وہ تھک ہار جاتی ہے، زندگی کے اس مشکل دور کے احساسات دوسرے نہیں سمجھ سکتے، جس سے گھروں میں بدمزگی کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یہ سب باتیں اُس کی زندگی کو اور مشکل بنا دیتی ہیں، جس سے گھروں میں مزید مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں، ایک بہو اور بچے اُس کے اُس مزاج کو نہیں سمجھ سکتے، یہ ایک امتحان کا وقت ہوتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جب سب کچھ بدل گیا تو پھر ہم خود کو ہی بدل لیں اور دوسروں سے توقعات کو محدود کر لیں، بچے ہمارے لئے کچھ بھی کر لیں وہ ہماری دلی کیفیات کو نہیں سمجھ سکتے۔ پھر مجھے لگتا ہے یہاں ہمیں ہی اپنے آپ کو بدلنے کی ضرورت ہے نہ کہ بچوں کو، میں یقین اور تجربہ سے کہہ سکتی ہوں اگر ہم اپنی بہوؤں کو پورے اختیارات دے دیں اور دخل اندازی کم کر دیں اور اُن کو پورا موقعہ دیں اور پیار محبت کی زبان کو آزمائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ کچھ نہ کچھ مشکلات کم نہ ہوں۔ اور اگر اس میں آپ کے بیٹے سمجھدار ہیں وہ بہت خوبصورتی سے ایک پُل کا کردار نبھا سکتے ہیں۔ سوچنے کی بات ہے، بہو پر کہیں لازم نہیں ہے کہ وہ ہماری خدمت کرے، وہ پابند نہیں ہے کہ وہ ہماری خواہشات کو پوری کریں وہ دوسرے گھر سے آئی ہوئی بچیاں ہیں جو ہمارے مزاج کو فوری نہیں سمجھ سکتیں، ان سب باتوں کو سمجھنے کے لئے اُن کو وقت درکار ہوتا ہے، دوسرے گھر سے آئی ہوئی بچی کو عزت دیں گے تو انشاء اللہ ضرور عزت پائیں گے۔

مَیں تین بہوؤں کی بیوہ ساس ہوں، الحمد للہ، میری بہوئیں میری بہت عزت اور پیار کرتی ہیں لیکن مَیں اِس بہو کی احسان مند ہوں جس کے ساتھ مجھے تیرہ (13) سال ہو گئے ہیں رہتے ہوئے، اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اُونچ نیچ بہت آئے ہیں لیکن میرے بیٹے اور بہو نے ہمیشہ سمجھداری سے کام لیا، میری بہو کے والدین ہمیشہ اپنی بیٹی کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اپنی ساس کی آنکھ میں کبھی آنسو نہ آنے دینا۔

دل سے دعا کرتی ہوں کے اللہ تعالیٰ سب بہنوں کے زندگی کے ساتھیوں کو صحت مند لمبی زندگی عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم سب عورتیں ایک دوسری عورت کی عزت کرنے والی ہوں اور ہم سب کی قدر کر سکیں، دُکھ سکھ میں ایک دوسرے کے کام آنے والی بنیں۔ ان باتوں سے ہمارے بیٹوں کو بھی سکون ملتا ہے اور گھروں میں اچھی اور صحت مند اولاد پروان چڑھتی ہے۔ آخر میں پھر بی بی قوسی صاحبہ کا ہی کلام لکھتی ہوں۔ کہتی ہیں:

نفس پہ قابو رکھنا ہو گا
دل کو بھی سمجھانا ہو گا
اپنے روگ چھپانے ہوں گے
دوجوں کو بہلانا ہو گا
کتنے دکھیارے لوگوں کے
زخموں کو سہلانا ہو گا
سب کا درد بٹانا ہو گا
اچھی فصلیں چاہتے ہو تو
اچھے بیج ہی بو نا ہو گا
ہنسو گے ساتھ ہنسے گی دنیا
بیٹھ اکیلے رونا ہو گا

یہ بھی حقیقت ہے گھٹتی عمر کے ساتھ ساتھ انسانی جسم بے حد کمزور ہوتا جاتا ہے۔ دُعا کرتی ہوں اور دُعا کی درخواست کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بڑھاپے کی بیماریوں اور کمزوریوں سے بچائے۔ اور اللہ اُس وقت تک مجھے زندہ رکھے جب تک اللہ کے علم میں زندگی میرے لئے بہتر ہے۔ اور اُس وقت وفات دے جب اللہ کے علم میں میری موت بہتر ہو۔ پھر وہ مجھے اپنی رحمتوں اور برکتوں کی چادر میں لپیٹ لے آمین۔

دل کی گہرائیوں سے دعا کرتی ہوں جو بھی میرے لئے دعا کرتے ہیں جو میرے دُکھوں میں اور میری خوشیوں میں ساتھ دیتے ہیں۔ اپنی ساری اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اِن سب کو دین کی راہوں پر چلائے اور ہمیشہ اللہ اِن کو اس حالت میں زندہ رکھے کہ اپنے سے زیادہ دکھی دنیا کے کام آنے والے بنیں۔ خدمتِ دین کرنے والے ہوں۔ دُنیا میں خوشیاں اور مسکراہٹیں بانٹنے والے بنیں۔ آمین۔

حرا سے حج تک

امۃ الباری ناصر

دیکھئے چشمِ تصور سے حرِا سے حج تک
کیسے اک ہستی کی ہوتی ہے مؤثر تبلیغ

خون میں گھل کے رگ و پے میں اُتر جاتی ہے
گر ہو کردار کی خوشبو سے معطر تبلیغ

ہونٹوں ہونٹوں پہ اگر پہرے بٹھائے جائیں
آنکھوں آنکھوں سے بھی ہو جاتی ہے اکثر تبلیغ

نور اور وہ بھی کہ جو آگے ہی آگے چمکے
قلب کو کرتی ہے کچھ ایسا منور تبلیغ

فتحِ عالم سے گراں قدر و گراں قیمت ہے
کر گیا دستِ تہی سے جو سکندر تبلیغ

سنو طائف کے گلی کوچوں سے آتی ہے صدا
روک سکتے ہیں کہاں ظلم کے پتھر تبلیغ

اک تبسم پہ بھی دل وار دئے جاتے ہیں
حسنِ اخلاق سے ہوتی ہے مؤثر تبلیغ

لوگ مظلوم کے ہو جاتے ہیں اکثر ہمدرد
دشمنِ جاں بھی کیا کرتے ہیں اکثر تبلیغ

دعوتِ حق کی ملے کاش مجھے بھی توفیق
قابلِ رشک ہیں وہ جن کا مقدر تبلیغ

میرا سسرال
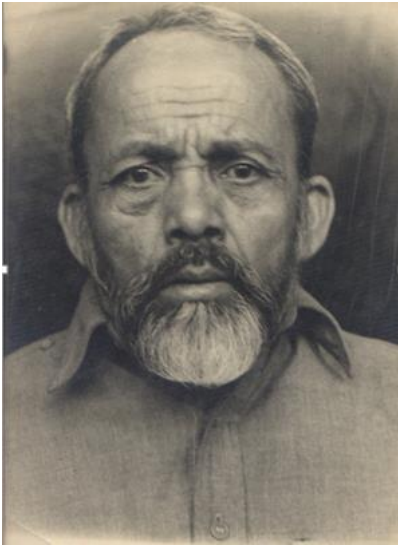
مکرم محمد شمس الدین صاحب بھاگلپوری

اور

مکرمہ سیدہ صدیقہ بیگم صاحبہ کا ذکرِ خیر

امتہ الباری ناصر

ایم اے فائنل کا امتحان دے کر لاہور ہوسٹل سے ربوہ اپنے گھر آئی تو چند دن کے بعد امی جان نے رسمی سی تمہید کے بعد خطوط کا ایک پلندہ میری طرف بڑھا کر کہا۔ یہ خطوط تمہارے رشتے کے بارے میں آئے ہوئے ہیں پہلے اس لیے ذکر نہیں کیا کہ تم یکسوئی سے اپنی تعلیم مکمل کر لو اب یہ پڑھ لو اور پھر دعا کر کے کوئی فیصلہ کرو۔ امی جان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ مطمئن ہیں میں نے خطوط لے کر ایک طرف رکھے اور عرض کیا کہ امی جان مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر مگر اتنی جلدی کیا ہے دو تین سال ٹھہر جائیں میں پی ایچ ڈی کرنا چاہتی ہوں۔

ٹھیک ہے تم یہ خطوط پڑھ لو پھر بات کریں گے۔ خطوط پر درج تاریخوں سے اندازہ ہوا کہ قریباً دو سال سے بات چل رہی تھی اور میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ یہ امی جان کا مجھ پر بہت بڑا احسان تھا۔ اس دوران وہ قادیان میں اباجان سے مشورہ کرتی رہی تھیں اور ضروری معلومات حاصل کر چکی تھیں۔ اس زمانے میں رشتے اسی طرح ہوتے تھے۔ والدین اطمینان کر کے بیٹی کو بتاتے تھے اور اُمید رکھتے تھے کہ بیٹیاں والدین کے فیصلہ پر بلا چون وچرا عمل کریں گی۔ میں نے پہلے سے یہی فیصلہ کیا ہوا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ جب میں نے یونیورسٹی میں داخلہ لیا تھا تو بعض مہربانوں نے امی جان کو ڈرایا تھا کہ لڑکی کو لاہور نہ بھیجیں باہر کی ہوا لگی اور ہاتھ سے گئی۔ اپنی مرضی کرنے کی عادت ہو جائے گی، وغیرہ۔ مگر میں نے اسی وقت یہ سوچا تھا کہ بفضلِ الٰہی تعلیم حاصل کروں گی اور عاجزانہ فرماں برداری بھی کروں گی۔ تاکہ میرے بعد تعلیم کا شوق رکھنے والی لڑکیوں کے راستہ میں رکاوٹ نہ ہو۔ امی کے شرح صدر کے اندازے کے بعد میں نے کوئی سوال پوچھے بغیر، خطوط پڑھنے سے پہلے ان کو وہی جواب دیا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد محترم کو دیا تھا۔ اور معاملہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔۔

ناصر صاحب کے خاندان کے ہمارے خاندان سے تعلقات بہت پرانے تھے جب ان کے والد صاحب بہار سے ہجرت کر کے قادیان آئے تو محلہ دارالفضل میں میرے داداجان حضرت میاں فضل محمد صاحب رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہائش اختیار کی۔ داداجانؓ کو ان سے حسنِ سلوک کے بہت سے مواقع ملے۔ جس سے قریبی تعلقات کا آغاز ہوا پھر ان کی دو بہنیں مکرمہ کلثوم صاحبہ اور مکرمہ بشریٰ صاحبہ میری بہن مکرمہ امتہ اللطیف صاحبہ کی کلاس فیلو تھیں۔

پڑوسی، کلاس فیلو، سہیلیاں، گھریلو مراسم بن گئے۔ تقسیم برصغیر کے بعد یہ خاندان کراچی منتقل ہو گیا۔ جلسہ سالانہ پر ربوہ آتے تو آپا لطیف صاحبہ کے گھر ہی ٹھہرتے۔ امی جان بھی بہت پیار سے ملتیں اس کے علاوہ یہ ہوا کہ ناصر صاحب کے بڑے بھائی مکرم قریشی محمود صاحب نے ربوہ میں ہماری گلی میں ہمارے گھر کے سامنے مکان تعمیر کروایا۔ اس سلسلے میں ان کا ربوہ میں قیام رہتا۔ امی جان کو چاچی جی کہتے تھے اور بلا تکلف مشورے وغیرہ کے لیے آجاتے۔ اس دوران ان کی نظر انتخاب مجھ پر پڑی اور چھوٹے بھائی کے رشتے کی تحریک کر دی۔ جس پر خطوط کا تبادلہ ہوتا رہا۔

میرا نتیجہ اچھا آیا جامعہ نصرت میں جاب کرنے لگی۔ ۱۹۶۲ء میں جلسہ سالانہ پر کراچی سے آنے والے مہمانوں میں ناصر صاحب بھی تھے۔ امی جان سے کہا کہ اب تو تعلیم مکمل ہو گئی ہے بہتر ہے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ امی جان نے کہا کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے مگر لڑکی چاہتی ہے کہ پی ایچ ڈی کرنے کے لیے

کچھ وقت مل جائے۔ ناصر صاحب نے کہا وہ تو بعد میں بھی کر سکتی ہے۔ امی جان نے کہا کہ میں سوچتی ہوں ابھی تک پڑھنے پڑھانے میں رہی ہے گھر داری اور کھانا پکانے کا تجربہ نہیں ہے۔ کچھ سیکھ لے تو اچھا ہو ناصر صاحب نے فوراً وعدہ کیا کہ یہ بھی کوئی بات نہیں ہم مل کر پکالیا کریں گے (یہ دونوں وعدے ہوا کے ساتھ اُڑ گئے)۔ ناصر صاحب نے امی جان کی آمادگی دیکھی تو بہت خوش ہوئے۔ مارچ میں نکاح ہوا۔ میں نے نکاح سے پہلے ناصر صاحب کو دیکھا نہیں تھا۔ نکاح فارم پر زارو قطار روتے ہوئے جہاں بھائی جان نے انگلی رکھ کر کہا دستخط کر دو۔ اللہ کا نام لے کر کر دیئے۔ دسمبر میں شادی طے ہوئی۔ میرے ابا جان شادی پر تشریف نہیں لا سکتے تھے۔ میں خود ابا جان سے ملاقات کے لیے قادیان گئی اور اس نئے تعلق کے بابرکت ہونے کے لیے بیت الدعا میں ماتھا رگڑا۔ ذہن پہ رخصتانہ سوار تھا۔ غیر ارادی طور پر 'ہائے امی' منہ سے نکل گیا۔ ابا جان فوراً بولے نہیں بیٹی: 'ہائے اللہ'۔ جلسہ سالانہ کے بعد جب وہاں سے رخصت ہونے کا وقت آیا، ابا جان نے بہت پیار کیا اور گلوگیر آواز میں فرمایا بیٹی استعینوا بالصبر والصلوٰۃ، اس کے بعد کا عالم نہیں لکھ سکتی۔ بس قادیان سے واپسی کے دو دن بعد رخصت ہو کر میکے سے سسرال آگئی۔

شادی کا بندھن بظاہر دو افراد کے درمیان ہوتا ہے مگر دراصل دو خاندان آپس میں بندھ جاتے ہیں۔ والدین کی آغوش سے نکل کر جس گھر میں قدم رکھتے ہیں وہاں بہت مختلف قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میرے معاملے میں تو پنجابن، بہاری کے گھر گئی تھی۔ ربوہ کا ماحول چھوڑ کر کراچی کی فضاؤں کو اپنانا تھا۔ معاملہ دشوار لگ رہا تھا خود بھی دعائیں کر رہی تھی محترم والدین کی دعائیں اور نصائح ساتھ لائی تھی۔ دعا کے لیے اپنی روحانی ماں کو بھی درخواست کی۔ جواب میں حضرت مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تحریر فرمایا:

"تمہاری سسرال سے ہمارے گھر کا تعلق ہے اب دوری کی وجہ سے یہ لوگ کم ملتے ہیں لیکن میرے دل میں ان سب کی بہت قدر ہے۔ اور میں ان سب کے لیے ہی دعا کرتی ہوں تمہارے خُسر میرے ابا جان کے پاس ہی رہتے تھے بڑے مخلص تھے۔ ابا جان کو ان پر بڑا اعتماد تھا۔ ہم اُس وقت لڑکیاں تھیں اور ابا جان لڑکیوں کی تربیت کے بارے میں بڑے سخت تھے لیکن کہیں آنا جانا ہو تا تو ہم بہنوں کو شمس الدین صاحب کے ساتھ بھجوا دیتے تھے اور وہ بھی بڑا خیال رکھتے تھے ذرا کہیں راستے میں بے احتیاطی ہوئی نقاب وغیرہ اُٹھائی تو فوراً ٹوک دیتا کہ ٹھیک سے پردہ کرو۔"

حضرت چھوٹی آپا صاحبہ کے والد مکرم حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ کے اعتماد نے میرے دل میں 'ابا' کی قدر میں بے حد اضافہ کیا۔ میں نے ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کے لیے 'اماں' سے عرض کی کہ آپ کو جو باتیں یاد ہیں مجھے بتائیں۔ اماں تصورات میں کھو گئیں چہرے پر سال خوردگی کی تحریر، آنکھوں میں یادِ ماضی کی جھلکیاں، یادوں کے ساتھ جذبات کا اُتار چڑھاؤ، کہیں دبی دبی سی مسکراہٹ کہیں آہوں کا دھواں۔ اس پر مخصوص بہاری زبان اور منفرد لب و لہجہ یہ سب کچھ جو تصویر بنا رہے تھے وہ تو کاغذ پر اُتار نہیں سکتی۔ البتہ اُن کی معلومات کو قدرے ترتیب دے کر پیش کرتی ہوں۔

مکرم محمد شمس الدین صاحب کے قبول احمدیت کا واقعہ بڑا ایمان افروز ہے۔ ایک دفعہ برہ پورہ بھاگل پور میں گلیوں میں اعلان ہو رہا تھا کہ احمدیوں کا جلسہ ہے۔ اعلان کی صورت یہ تھی کہ گلی میں پہلے دَف بجا کر متوجہ کیا جاتا پھر جلسہ کا اعلان کرتے جگہ اور وقت وغیرہ بتاتے۔ یہ اعلان ابا نے سنا تو سوچا کہ اچھا تماشا رہے گا ہم بھی چلتے ہیں۔ جلسہ میں پہنچے تو سب سے پہلے تلاوتِ قرآنِ پاک ہوئی۔ جو ان کو بہت اچھی لگی اچانک بعض لوگوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ اس کے باوجود جلسہ جاری رہا۔ مقررین نے قرآنِ پاک اور احادیث مبارکہ سے دلائل پیش کر کے مجدّد کی آمد اور چودھویں صدی میں موعود مسیحا کے بارے میں پیش گوئیاں پیش کر کے اعلان کیا کہ موعود مجدد، مہدیٔ دوراں، مسیحائے زماں علیہ السلام قادیان میں تشریف لا چکے ہیں۔ لوگ تو شور مچاتے رہے لیکن ابا کی سعید روح حق کی طرف مائل ہو گئی۔ ہجوم سے رستہ بنا کر سٹیج پر گئے اور ایک مقرر سے گزارش کی کہ مجھے مسیحِ وقت کی آمد کے متعلق مزید معلومات دیجئے۔ یہ مقرر مکرم محترم مولوی عبد الماجد صاحب تھے (والد صاحب حضرت سیدہ سارہ بیگم صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ) آں محترم نے کچھ سمجھانے کے بعد لٹریچر دیا۔ احمدیت کے بارے میں یہ کتابیں ابا اور ان کے بڑے بھائی مکرم قریشی محمد عامل صاحب نے مل کر پڑھیں۔ کتابیں پڑھ کر اور کتب لے آئے حق کھلتا گیا۔ احمدیوں کے ساتھ نمازیں ادا کرنے لگے اور نمازوں میں خشوع و خضوع تضرع سے حقیقی اسلام کی اصلی راہیں ملنے کی دعا کرنے لگے۔ دعاؤں کا جواب ایک خواب سے ملا۔ ابا نے دیکھا کہ بڑا خوفناک جنگل ہے۔ جس کے بیچوں بیچ دیوار ہے۔ وہ دیوار پر کھڑے ہیں ایک طرف خوفناک درندے ہیں دوسری

طرف مہیب اندھیرا ہے خوف زدہ ہو کر اللہ تعالیٰ کو پکارا 'اے اللہ تو ہی رہنمائی کر' اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ نمودار ہوئے جبّہ عمامہ پہنے ہوئے ہاتھ میں عصا تھا۔ اپنا ہاتھ بڑھا کر ہاتھ پکڑا اور فرمایا۔

میرے پیچھے پیچھے آؤ میں تمہیں جنگل سے نکالتا ہوں، صبح اُٹھے تو مکرم مولوی عبدالماجد صاحب کے پاس جا کر خواب سنایا۔ وہ ایک تصویر اُٹھالائے اور دکھا کر پوچھا۔ پہچانو کیا وہ بزرگ ایسے ہی تھے۔ ابا نے لپک کر تصویر لی اور سینے سے لگالی اور زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے سیدھا راستہ دکھادیا تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ یہ اندازاً ۱۹۱۳ء کا واقعہ ہے بیعت کی خبر کو مصلحتاً عام نہ کیا کیونکہ برہ پورہ میں مخالفت زوروں پر تھی۔ مگر جلد ہی اعلان بھی کر دیا۔ اس اعلان کی بنا بھی ایک خواب تھا۔ آپ نے دیکھا کہ غیر احمدیوں نے بازار میں گھیر لیا ہے اور شور مچارہے ہیں کہ یہ قادیانی ہو گیا ہے اس کو گولی ماردو۔ ایک کہتا ہے اس کو تختہ کے ساتھ کھڑا کر واور تین گولیاں مارو اگر اس کو کوئی گولی لگ گئی تو قصہ ختم اگر نہ لگی تو مرزا سچا۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا پہلے بائیں ہاتھ کو پھر دائیں ہاتھ کو پھر سر کو نشانہ لے کر گولیاں ماری گئیں جو تختے پر لگیں۔ جب تیسری گولی سے بھی بچ گئے تو نعرہ مارا: مرزا سچا ہے، مرزا سچا ہے۔

خواب میں یہ الفاظ اتنے جوش سے ادا ہوئے کہ بے قابو ہو کر چارپائی سے گر گئے۔ اماں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے آپ سوتے جاگتے مرزا سچا مرزا سچا بولتے رہتے ہیں ابا نے کہا ابھی آکر بتاتا ہوں۔ وضو کیا نفل پڑھے اور سیدھے مولوی صاحب کو جا کر خواب سنایا مولوی صاحب نے کہا، شمس الدین اب مخالفت کچھ نہیں بگاڑے گی احمدیت کا اعلان کر دو۔

گھر آکر بڑے بڑے کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ گئے اور جلی حروف میں بہت سے پرچے لکھے۔

"میں مسمّی محمد شمس الدین ولد قدرت اللہ اعلان کرتا ہوں کہ میں احمدی ہوں اور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو مہدی اور مسیح تسلیم کرتا ہوں۔"

یہ پرچے گلی محلے میں دیواروں پر چسپاں کر دیئے بس پھر کیا تھا اللہ دے اور بندہ لے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ حقہ پانی بند۔ ماشکی بھنگی کو ممانعت، بچے نکلیں تو غنڈے ستائیں۔ زندگی دوبھر ہو گئی۔ کسی نے جا کر ابا کے خسر مولوی سید عبداللطیف صاحب کو خبر کر دی کہ تمہارا داماد کافر ہو گیا ہے۔ وہ دارالعلوم کے اُستاد تھے۔ غیرت نے زیادہ ہی جوش مارا غصے سے کھولتے ہوئے بڑا ساڈنڈا لے کر جس پر لوہے کا سم بھی چڑھا ہوا تھا۔ آدھمکے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابا تو ادھر ادھر ہو گئے اماں نے دروازہ کھولا وہیں سے اماں کا ہاتھ پکڑا اور کھینچ کر باہر لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ غصہ سے آواز بھی بہت اونچی ہو گئی تھی بولے صدیقن ابھی چل تیرا نکاح ٹوٹ گیا ہے شمسو مسلمان نہیں رہا ہے۔ تجھے ہمارے ساتھ جانا ہو گا اماں نے بڑے ادب سے عرض کیا آپ بیٹھیں تو سہی پانی پئیں سانس لیں پھر بات کریں مگر ان کے اُبال میں فرق نہ آیا ہم نہیں بیٹھیں گے، نہ پانی پئیں گے، تمہارا نکاح ٹوٹ گیا ہے۔ ساتھ لے کر جائیں گے۔ اماں نے کہا

میں تو قادیانی نہیں ہوئی۔ آپ ہی کے دین پر ہوں۔ میری شادی بھی آپ نے ہی کی تھی میں خود یہاں نہیں آئی تھی۔ آپ نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا تھا جس وقت آپ نے ان کو میرا ہاتھ دیا تھا اس وقت نہ ان کو کلمہ آتا تھا نہ قرآن نماز جانتے تھے۔ مار پیٹ کرتے تھے یار دوستوں کے ساتھ بے مقصد گھومتے تھے تھیٹر جاتے ناچ گانا سنتے۔ سالن میں نمک تیز ہوتا تو برتن اُٹھا کر پھینک دیتے تھے اُس وقت آپ کو مسلمان لگتے تھے۔ اب سارا وقت قرآن پاک پڑھتے ترجمہ سیکھتے ہیں۔ نماز پڑھتے ہیں تہجد کے پابند ہیں۔ مجھ سے معافیاں مانگتے ہیں کہ اگر کبھی کوئی زیادتی ہو تو معاف کر دو۔ یہ سب تبدیلیاں قادیانی ہو کر آئی ہیں۔ اگر آپ اس کو کفر سمجھتے ہیں تو یہ کفر پہلی حالت سے لاکھ گنا بہتر ہے۔ یہ سب سن کر وہ خاموش ہو گئے پھر سمجھانے لگے کہ تم اپنا مذہب نہ چھوڑنا۔ اماں کے والد صاحب کا غصہ کم نہیں ہوا۔ اماں کے دو بھائی تھے انیس اور جلیس نام تھا۔ پولیس میں کام کرتے تھے۔ وہ بھی طیش میں آکر مخالفت کرنے لگے۔ یہاں تک کہ برہ پورہ میں رہنا مشکل ہو گیا۔ ابا کے بڑے بھائی مکرم قریشی محمد عامل صاحب بیوی بچوں کے ساتھ ہجرت کر کے قادیان جا چکے تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ تم بھی ہجرت کر لو۔ ابا نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ کسی مناسب وقت پر وہاں سے نکل جائیں گے اپنا مکان بیچنا چاہا تو مخالفین نے شہر میں ڈھول بجا کر اعلان کیا کہ شمس الدین کا مکان کوئی نہ خریدے وہ قادیانی ہو گیا ہے۔ آپ نے مکان بیچنے کا خیال بھی چھوڑا اور ایک رات ایک بیل گاڑی پر بیوی بچوں کو اور کچھ سامان لے کر وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ جس شہر سے ابا یوں خالی ہاتھ نکل رہے تھے اس میں بڑی فراخی کے دن دیکھے تھے ان کے باپ دادا کا بڑا مکان تھا زمینیں

جائدادیں تھیں۔ بے شمار آمد تھی بڑوں سے سُنا تھا کہ روپیہ گن کر رکھنا ان کے بس میں نہ رہا تھا تو چھاج سے پھٹکتے تھے۔ اور کوٹھی میں ڈالتے تھے جو گر جاتا وہ غریب غرباء چن لیتے تھے۔ بازار سے صرف نمک آتا تھا۔ باقی سب ضروریات کاسامان گھر کی زمینوں سے حاصل ہو جاتا۔ اتنی کشائش کے بعد صرف مذہب کے لیے سب چیزوں سے ہاتھ اُٹھالینا ان کے جذبۂ ایمانی کا ثبوت ہے۔

ابھی شہر سے زیادہ دُور نہیں گئے تھے کہ کسی طرح اماں کے بھائیوں انیس اور جلیس نے آلیا اور کہا کہ شمس الدین تم کو جہاں جانا ہے جاؤ مگر ہماری بہن نہیں جائے گی۔ ابا نے کہا ٹھیک ہے میری طرف سے زبردستی نہیں ہے تمہاری بہن جاتی ہے تو لے جاؤ۔ بھائیوں نے جب اماں سے ساتھ جانے کا اصرار کیا تو تینوں بچے محمود احمد، نور احمد اور زینب ماں کو لپٹ گئے۔ بھائیوں کی تکرار بڑھی تو اماں بیل گاڑی سے اُتر آئیں۔ بھائیوں کی طرف دیکھ کر للکار کر کہا کہ ہم اپنی مرضی سے جاتے ہیں۔ ہماری شادی ہوئی ہے۔ ہمارے بچے ہیں، تم ہمیں نہیں روک سکتے۔ اب ہم اپنے شوہر کے ساتھ رہیں گے۔ جو بھی حالات ہوں۔ درخت کے نیچے رہنا پڑا تو وہیں رہ لیں گے۔

یہ اماں کی وفاداری کا امتحان تھا جس میں وہ کامیاب ٹھہریں اور سفر جاری رہا۔ اس وقت ریل کے ٹکٹ پانچ روپے میں آئے تھے اور تین دن میں قادیان پہنچے تھے۔ اماں قادیان میں آنے کے بعد صرف ایک دفعہ وطن واپس جا سکیں پھر کبھی رابطہ نہیں ہوا اماں نے پہلے تحریری بیعت کی تھی پھر قادیان آکر بیعت کی۔

قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مبارک خاندان اور اڑوس پڑوس کے احمدی حضرات نے بڑی دلداری کی۔ اس طرح سگے رشتہ داروں سے زیادہ پیار کرنے والا ایک وسیع تر خاندان مل گیا۔ اماں کی حسین یادوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حضرت آپا سارہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی میں آپ کو مدعو کیا گیا تھا۔ جس سے سب کو بہت خوشی ہوئی تھی۔ قادیان میں محلہ دارالفضل میں بی ٹی صاحب کے گھر کے پاس رہائش تھی۔ ابا فوج کے ملازم تھے ۱۹۱۴ء کی جنگ میں خدمات سرانجام دی تھیں۔ قادیان آئے تو فکر معاش شروع ہوئی۔ قادیان اور بٹالہ کے درمیان بسیں چلانے لگے۔ پھر یہ سلسلہ چھوڑ کر گاڑیاں مرمت کرنے کا کام کیا۔ پھر سلسلے کی کار ڈرائیو کرنے کا کام کیا۔

یہ کام اس لیے بڑا بابرکت ثابت ہوا کہ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ 'حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ' اور حضرت چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی گاڑیاں چلانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ محترم ہستیاں ابا کو ملازم نہیں گھر کا فرد سمجھتیں اور سارے خاندان سے حسن سلوک کرتیں جس کے بہت سے میٹھے میٹھے واقعات سب کو یاد تھے (بعد میں آپ کے بھتیجے اور شاگرد قریشی نذیر احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کار لمبے عرصے تک چلاتے رہے)

ابا کو دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ اس کے لیے وہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیا کرتے۔ جب بس چلاتے تھے تو سواریوں سے الفضل یا کوئی دینی کتاب سنانے کی فرمائش کرتے۔ بات سے بات نکلتی اور رُخ پیغامِ حق کی طرف مُڑ جاتا۔ بے خوف ہو کر دھڑلے سے بات کرتے ایک دفعہ بٹالہ کے لاری اڈہ پر کھڑے تھے۔ ساتھی ڈرائیوروں سے اپنے عقائد کی بات شروع کی تو مخالفین نے کہا کہ تم ہر وقت دعویٰ کرتے ہو کہ مرزا صاحب سچے ہیں اُن کی صداقت کا کوئی ثبوت بھی دو۔ بے ساختہ جواب دیا۔ مرزا صاحب کی سچائی کا ثبوت تو میں خود بھی ہوں۔ تم سب بھی ڈرائیور ہو اور میں بھی ڈرائیور ہوں۔ آؤ علمی بحث کر لیتے ہیں۔ صاف کھل جائے گا کہ سچائی کس کا ساتھ دیتی ہے۔ وہ کھسیانے سے ہو گئے بات وہیں ختم ہو گئی۔

گھر میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھتے اور بچوں کی تربیت میں کوشاں رہتے قادیان آکر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بچے کلثوم، بشریٰ اور ناصر دیئے۔ آپ ہر نماز میں اور تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی اولاد کی خاطر دعاؤں والی نظمیں بلند آواز سے پڑھتے بچوں کو تعلیم دلانے کا بھی شوق تھا۔ ایک بیٹی زینب تو شادی کے بعد ایک بیٹا یادگار چھوڑ کر فوت ہو گئی تھیں باقی دونوں بیٹیوں کو قادیان کے جامعہ نصرت میں داخل کروایا۔ ناصر سب سے چھوٹے بیٹے کو ساتھ ساتھ رکھتے۔ اپنے ابا کی یادوں کے سلسلے میں ناصر صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ کسی سفر میں گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی ابا اسٹیشن پر بیٹھ کر اونچی آواز میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب پڑھنے لگے۔ سُن کر لوگ جمع ہونے لگے جمع ہونے والے لوگ یہ جان کر کہ یہ احمدی ہے مذاق اڑانے لگے تضحیک آمیز جملوں سے ناصر صاحب

شرمندہ ہو رہے تھے کہ ابا آخر ایسا کیوں کرتے ہیں۔ اس اثناء میں گاڑی آ گئی تو کسی نے سیٹ پر بیٹھنے نہیں دیا کھڑے کھڑے سفر کیا۔

آپا کلثوم صاحبہ نے سنایا کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک دفعہ ڈلہوزی تشریف لے گئے۔ ابا ساتھ تھے رات کو نیند نہ آئی تو کھلی ہوا میں ٹہلنے لگے موسم خوشگوار تھا۔ رات کی تنہائی میں من پسند کام کرنے لگے ۔ خود ہی سوال کرتے اور خود ہی اس سوال کا بادلائل جواب دیتے۔ جوش میں آواز بلند ہو گئی۔ حضرت صاحبؓ نے یہ انوکھا مباحثہ سُن لیا دریافت فرمایا یہ کون صاحب ہیں۔ یہ علم ہونے پر کہ محمد شمس الدین صاحب بھاگلپوری ہیں آپؓ نے فرمایا

'اگر احمدیت کو اس طرح کے جوشیلے لوگ مل جائیں تو احمدیت بہت جلد اور تیزی سے پھیل سکتی ہے۔'

ابا دعوت الی اللہ کو اپنی مشکلات کے حل کا نسخہ بتاتے تھے کہا کرتے تھے جب بھی کوئی مشکل پیش آتی ہے میں باہر نکل جاتا ہوں اور کسی کو بھی پکڑ کر تبلیغ کرنے لگتا ہوں میری مشکل مولا کریم آسان فرما دیتا ہے۔ صدقہ خیرات سے ردّ بلا پر یقین رکھتے تھے۔ بہت دعا گو بزرگ تھے

بارگاہِ ایزدی سے تو نہ یوں مایوس ہو
مشکلیں کیا چیز ہیں مشکل کشا کے سامنے
حاجتیں پوری کریں گے کیا تری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ابا پر اعتماد اور ابا کے اس پر پورا اُترنے کا ایک واقعہ بڑا دلچسپ ہے۔ حضورؓ نے کسی امر کے متعلق مکمل رازداری رکھنے کا ارشاد فرمایا۔ ابا کچھ دن تو گھر ہی نہ آئے اس ڈر سے کہ گھر گیا تو بیوی بچوں کے سامنے کوئی بات منہ سے نہ نکل جائے۔ جھوٹ بول نہیں سکتے تھے۔ ایک ترکیب سوجھی سارا منہ سر پٹیوں سے اچھی طرح جکڑوا لیا جیسے چوٹیں لگی ہوں۔ اس طرح منہ بندھے گھر گئے سب سے مل بھی آئے اور رازداری بھی رہی۔ حضورؓ نے تقسیم برصغیر کے وقت بھی آپ پر اہم ذمہ داریاں ڈالی تھیں۔ جن سے آپ کماحقہ عہدہ برآ ہوئے۔

تقسیم کے بعد کچھ عرصہ لاہور میں رہے پھر بڑے بیٹے محمود احمد قریشی صاحب کے پاس کوئٹہ چلے گئے جو فوج میں ملازم تھے۔ دوسرے بیٹے نور احمد قریشی صاحب کراچی میں تھے انہوں نے مشورہ دیا کہ کراچی میں بچوں کی پڑھائی وغیرہ کے زیادہ مواقع ہیں بڑا شہر ہے آپ کراچی آ جائیں۔ بھائی نور احمد صاحب بندر روڈ (ایم اے جناح روڈ) پر جامع کلاتھ مارکیٹ کے سامنے عید گاہ میدان میں رنچھوڑ لائن کی ایک متروکہ بلڈنگ میں ایک فلیٹ میں اپنی فیملی کے ساتھ رہتے تھے۔ ابا کے آنے سے گھر میں نو افراد کا اضافہ ہوا۔ ابا، ان کی والدہ صاحبہ، والدہ صاحبہ کی دو بہنیں، بیوی، تین بچے اور مرحومہ بیٹی کا ایک بیٹا معین۔ ایک کمرے کے فلیٹ میں رہنا مشکل تھا اس لیے اس بلڈنگ کی چھت پر سونے لگے۔ کچھ مسئلہ حل ہوا۔ بعد میں اسی چھت پر پانی کے ٹینک کے ساتھ لکڑی کے تختوں کی دیواروں پر ٹین کی چھت ڈال کر ایک رہائشی کمرہ بھی بنا لیا۔ مسئلہ صرف ایک نہیں تھا۔ ناواقفیت 'اجنبی شہر' بے سروسامان، بچوں کی تعلیم کا فکر، کوئی ذریعہ آمد نہیں تھا۔ سب سے زیادہ فکر ناصر کو سکول میں داخل کرانے کا تھا۔ ابا نے اپنا ہمیشہ والا حربہ استعمال کیا یعنی دعا، دعا، دعا۔ اس وقت اس علاقے کے احمدی ریڈیو پاکستان کی عمارت کے قریب احمدیہ لائبریری میں نماز پڑھتے تھے۔ ابا نے نماز میں بیٹے کے داخلے کے لیے خوب دعا کی۔ سلام پھیرا تو دائیں طرف کے نمازی سے دعا سلام ہوئی۔ باتوں باتوں میں اپنا مسئلہ بتایا ان صاحب نے کہا میں محکمہ تعلیم میں ملازم ہوں۔ آپ فکر نہ کریں میں اس بچے کا داخلہ خود کرا دوں گا اس محسن نے نہ صرف بیٹے کا داخلہ کروایا بلکہ فیس بھی معاف کروا دی۔ یہ دستِ غیب سے مدد تھی جو اس غریب الوطنی میں بڑا سہارا بنی۔ اللہ بہترین کارساز ہے۔

چھت پر رات کو ٹھنڈ ہو جاتی بدلتا موسم ابا کو راس نہ آیا۔ ایک صبح سو کر اُٹھے تو اُٹھا نہ گیا ان پر فالج کا حملہ ہو گیا تھا۔ پھر ابا زیادہ دیر نہ جئے کچھ بہتر ہونے پر لاٹھی لے کر چلنے لگے تھے لیکن مناسب علاج کے لیے وسائل نہ تھے۔ کبوتر کا شوربہ اور حکمت کی دوا بمشکل مہیا کرتے رہے۔ یکم اگست ۱۹۴۹ء کو داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

اس فنا فی اللہ وجود سے میری ملاقات نہیں ہوئی تھی مگر سب کی باتیں سُن کر ان سے عقیدت ہو گئی۔ خاص طور پر خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے ان کی محبت سے بہت متاثر ہوئی۔ مولا کریم نے ان کا اخلاص دیکھ کر ان کو اپنے پیاروں کی خدمت کے لیے چُن لیا تھا۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ اپنے اور اپنے پیاروں کے ساتھ رکھے، آمین۔

خدا کے ہیں خدا کے پاس ہم کو لوٹ جانا ہے
یہ دنیا عارضی ہے مستقل عقبیٰ ٹھکانا ہے

اماں سے میرا ساتھ قریباً تین سال رہا۔ سادہ مزاج کی نیک خاتون تھیں۔ ہر ایک کا بھلا چاہنے والی۔ دین العجائز پر عمل کرنے والی صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ انہوں نے اپنا وطن چھوڑ کر بڑی قربانی کی تھی۔ بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر ثابت قدم رہیں۔ اور بچوں کی تعلیم اور تربیت پر توجہ مرکوز رکھی۔ قادیان کے ماحول کو اپنا لیا اور اسی میں خوش رہتیں کراچی آکر بھی بے وطنی اور بے سروسامانی کا عالم دیکھنا پڑا۔ ان کو دو ہجرتیں کرنی پڑیں پہلے برہ پورہ میں سب کچھ چھوڑا پھر قادیان سے خالی ہاتھ نکلے۔ کراچی میں ابا کوئی کام نہ کرسکے تنگ دستی مزید بڑھ گئی۔ پھر ابا کا انتقال ہو گیا۔ بڑا کنبہ تھا۔ کمانے والے ایک بھائی نور احمد یا بھائی محمود کچھ خرچ بھیج دیتے۔ آپا کلثوم صاحبہ کی شادی ابا کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ آپا بشریٰ صاحبہ کی ابا کی وفات کے بعد قریشی نذیر احمد صاحب ابن حضرت قریشی عبدالعزیز صاحب دہلوی سے ہوئی۔ یہ خود بے ٹھکانا تھے چھت پر آرہے۔ اس طرح چھت پر رہنے والوں میں اضافہ ہو گیا۔ مگر ان کی آمد ایک اچھا اضافہ تھا ملنسار مزاج کے محنتی آدمی تھے۔ ٹینک کے ساتھ والے کمرے کے ساتھ ویسے ہی لکڑی کے تختوں اور ٹین کی چھت والے کمرے بنا لیے۔ اسی گھر میں ناصر صاحب نے تعلیم حاصل کی۔ فیس تو معاف ہو گئی مگر کتابوں کا پیوں کا حصول بھی مشکل تھا۔ محنت سے پڑھائی کی میٹرک میں فرسٹ ڈویژن لی تو سب نے مشورہ دیا کہ کافی پڑھائی ہو گئی کوئی نوکری کرلو مگر ناصر صاحب کو پڑھنے کا شوق تھا۔ ڈی جے سائنس کالج سے انٹر سائنس کرکے این ای ڈی انجنیئرنگ کالج میں داخلہ لیا۔ اخراجات کے لیے مولا کریم نے ایک ٹیوشن کا انتظام کر دیا۔ کافی زیادہ پڑھنا پڑتا ناصر صاحب بتاتے ہیں کہ گھر میں کوئی کرسی میز نہ تھا کسی کونے میں بوریا بچھا کر بیٹھ جاتے اور گھنٹوں پڑھتے۔ لڑکوں سے کتابیں مانگ کر لے آتے اور جلدی جلدی پڑھ کر واپس کرکے دوسری لے آتے۔ کالج آنے جانے کے لئے بھائی نے ایک سیکنڈ ہینڈ سائیکل لے دی تھی جو اتنی قیمتی متاع تھی کہ ہر روز اسے کندھے پر اٹھا کر پانچویں منزل پر چڑھاتے اور اتارتے تاکہ چوری نہ ہو جائے بعض دفعہ تو ایک سے زیادہ دفعہ بھی یوں ہی سائیکل کی حفاظت ہوتی۔ محنت کرتے رہے پڑھنے کی لگن تھی۔ کامیاب ہوتے گئے اور آخر کار بی ای (B.E.) الیکٹریکل میکینیکل پاس کر لیا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے کرم اور والدین کی دعاؤں سے ممکن ہوا۔ بہن بھائیوں نے بھی خوب ساتھ دیا۔ ہر ایک کے لیے جزائے خیر کی دعا ہے۔

تعلیم کے بعد اچھی ملازمت مل گئی۔ حالات کچھ بہتر ہوئے تو شادی کی سوجھی اس طرح میں ان کی زندگی میں داخل ہو گئی۔ کراچی آنے پر مجھے ٹاپ فلور پر بنا ہوا ٹینک کے ساتھ والا کمرہ ملا جس میں دو چارپائیوں کے بعد بمشکل چلنے کی جگہ رہ جاتی۔ غسلخانہ بھی لکڑی کے تختے جوڑ کر ٹین کی چھت ڈال کر بنایا گیا تھا۔ سورج نکلنے کے ساتھ ٹین کی چھتیں گرم ہونا شروع ہو جاتیں۔ تپش حد سے زیادہ ہوتی۔ پانی کا انتظام بھی خاصا دشوار تھا۔ چھوٹے سے کچن میں مٹی کے تیل کے چولھے پر کھانا پکانا ہوتا جو ہم مل کے استعمال کرتے۔ مجھے مٹی کے تیل کے چولھے کی بالکل عادت نہیں تھی۔ بہت بدبو محسوس ہوتی۔

اپنی ڈریسنگ ٹیبل (سنگھار میز) کا بھی بتادوں۔ ایک دیوار پر کیل لگا کر لکڑی کا ریک لٹکا دیا گیا تھا۔ میری ضرورت کی ساری چیزیں اسی ریک پر رکھی رہتیں۔ بارش کا پانی اندر آتا تھا چھت بھی ٹپکتی تھی۔ بستر گیلا ہو جاتا ماحول بھی بہت مختلف تھا قریباً ہر گھر سے انڈین فلموں کے گانوں کی آواز آتی خاص طور پر رات کے وقت تو بڑے زور سے میوزک کی دھمک ہوتی۔ پاس کی بلڈنگوں میں اور نیچے سڑک کے ساتھ بنی ہوئی جھگیوں میں سے بے شمار بچے صبح ہوتے ہی سڑکوں پر کھلی ہوا میں پلنے کے لیے چھوڑ دیئے جاتے اور عورتیں آپس میں لڑنے لگتیں گالم گلوچ الزام تراشی حتّٰی کہ ہاتھا پائی تک نوبت آجاتی۔ ایک بے ہنگم شور دن رات مچا رہتا۔ پتہ نہیں چلتا تھا کراچی والے سوتے کب ہیں اور جاگتے کب ہیں۔

ربوہ کے کھلے کھلے پر سکون گھروں اور صحنوں کی عادت کے بعد محدود جگہ پر رہنا خاصا امتحان تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے میری تربیت ایسی ہوئی تھی کہ ہر حال میں صبر و شکر کی عادت تھی۔ درویش کی بیٹی اسی ماحول میں ڈھل گئی۔ میں ذہنی طور پر اس بات کے لئے تیار تھی کہ مختلف حالات کا مقابلہ کرنا پڑے گا اس لئے حرفِ شکایت منہ پہ نہ آتا۔ اگر کوئی ربوہ کا جاننے والا ملنے آتا اور جا کر امی کو گھر کا حال بتاتا تو امی کہتیں، باری نے تو ایسی کوئی شکایت نہیں کی، اللہ تعالیٰ سب ٹھیک کر دے گا۔ اور میری امی کے توکل کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا گھر کی سادگی سے کوئی مسئلہ نہیں ہوا۔ کیوں کہ سسرال والوں کا رویہ میرے ساتھ بہت اچھا رہا۔ اماں کے ساتھ کبھی روایتی ساس بہو والا تناؤ نہیں ہوا۔ میں اُنہیں ماں کی سی عزت دیتی اور ان کے کام کرکے خوشی محسوس کرتی اسی طرح نندوں نے بھی نند بھابی والا کھیل نہیں کھیلا۔ یہ اُن سب کا احسان ہے کبھی تلخی کی نوبت نہیں آئی۔ چھوٹے بھائی کی بیوی ہونے کے ناتے وہ مجھ سے شفقت سے

پیش آتیں۔ ان کے بچے بھی بہت محبت سے رہتے۔ دوستانہ ساماحول تھا۔ اسی گھر میں پہلی بیٹی پیدا ہوئی۔ جھولا رکھنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے چھت سے ایک ہک لگا کر جھولا لٹکا لیا۔ ہر ضرورت کا کوئی حل نکل آتا ہے۔ اماں نے بیٹی پیدا ہونے پر میرا بہت خیال رکھا مگر ان کی صحت کافی کمزور ہوگئی تھی۔ بیمار رہنے لگی تھیں، میرا جامعہ نصرت کی لیکچررشپ جاری رکھنا مشکل تھا اس لئے استعفیٰ دے دیا۔ ناصر صاحب کی ٹرانسفر لاہور ہوئی تو اماں بھی ہمارے ساتھ لاہور آ گئیں۔ میکلوڈ روڈ پر کرائے کا مکان لیا۔ اس کے بعد گڑھی شاہو میں مسجد کے پاس بھی رہے۔ اماں کی وفات اسی گڑھی شاہو والے مکان میں ہوئی تھی۔ آخری بیماری اور وفات کے وقت وہ ہمارے پاس لاہور میں تھیں بیمار رہنے لگی تھیں۔ کمزوری بہت ہوگئی تھی۔ ہم ان کی خوراک اور پرہیز کا خیال رکھتے۔ ایک دن نہ جانے میرے دل میں کیا آیا کہ اماں سے پوچھا۔ اماں کوئی ایسی خواہش بتائیں جو میں پوری کر سکوں مجھے خوشی ہوگی۔ اماں نے کہا کہ مجھے چاول دال اور آلو کی بھجیا بنا دو اور دوسرے میرا دل کرتا ہے کہ میں اپنے پوتے کو گود میں لے کر پیار کروں۔ پہلی فرمائش پوری کرنے کا بہت مناسب موقعہ تھا ناصر صاحب جمعہ پڑھنے گئے ہوئے تھے۔ ورنہ وہ اماں کے پرہیز کا بہت خیال رکھتے۔ ان کے ذوق کے مطابق چاول دال آلو بنا کر پیش کئے۔ اماں نے خوشی سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر میں منصور کو لے کر ان کے بیڈ پر بیٹھ گئی وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتی رہیں اور دعائیں دیتی رہیں۔۔ اُسی دن اماں کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور آدھی رات کو ۱۶ اپریل ۱۹۷۶ء کو اس دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اماں موصیہ تھیں۔ جب ہم جنازہ لے کر ربوہ پہنچے تو خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک خواتین نے آکر ہمیں تسلی دی اور اماں کی خوبیاں اور قربانیاں بیان کر کے ان کے لیے دعائے مغفرت کی جس سے ہمیں بڑا حوصلہ ملا۔

بڑے جیٹھ قریشی محمود احمد صاحب فوج میں لیفٹیننٹ تھے قادیان کے بعد کوئٹہ اور پھر لاہور رہے۔ شوقیہ فوٹو گرافی کرتے تھے جو بعد میں آمد کا ذریعہ بھی بن گیا۔ آپ نے بڑی محنت سے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی بڑے خوش مزاج تھے۔ خاکسار کے ساتھ بہت شفقت سے پیش آتے۔ پروفیسر صاحبہ کہہ کر مخاطب کرتے۔ ۱۹۸۶ء میں لاہور میں وفات پائی۔ ان کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کی بیٹی امتہ القدوس احمد صاحبہ آف لندن کو جو خط لکھا بہت خوبصورت خراجِ تحسین ہے:

”آپ کے والد صاحب کی وفات کا بہت گہرا صدمہ ہوا ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریقِ رحمت فرمائے میں تو آپ کے والد صاحب کو بڑی اچھی طرح جانتا ہوں۔ ان کا ہمیشہ سلسلہ سے اخلاص کا تعلق تھا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند فرمائے آپ کے دادا جان کو بھی اچھی طرح جانتا ہوں۔ قادیان میں جماعت کی کار چلایا کرتے تھے اور اپنی خوش اخلاقی کی وجہ سے بچوں اور بڑوں میں ہر دلعزیز تھے۔ میری طرف سے تعزیت اور ہمدردی کے جذبات قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ صبر جمیل کی توفیق بخشے آمین“

آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ فوج کی ملازمت نے ان کو سرد و گرم حالات سے سامنا کرنا سکھایا تھا اپنی ذات میں ایک تاریخ تھے۔ ہر موضوع پر گفتگو کرتے سب انہیں بابو جی کہتے۔ ناصر صاحب سے بائیس سال بڑے تھے اس لیے باپ کی جگہ تھے۔ میری بڑی جیٹھانی مکرمہ زبیدہ بیگم صاحبہ بھی بہت ملنسار خاتون تھیں۔ کھلے دل کی صاف گو اور بہت مہمان نواز، ہم جلسے پر ربوہ کے بعد لاہور ان سے ملنے جاتے تو خوب خاطر داری کرتیں۔ ۱۹۷۳ میں اچانک وفات پا گئیں۔

میرے دوسرے جیٹھ مکرم قریشی نور احمد صاحب ۱۵ مئی ۱۹۱۵ء کو بھاگلپور میں پیدا ہوئے پانچ سال کے تھے جب والدین کے ساتھ قادیان آ گئے۔ یہیں تعلیم حاصل کی۔ قادیان کے نوجوانوں کی ایک تنظیم نیشنل گارڈز کے نام سے بنی تھی جس کے سالار حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد رضی اللہ عنہ اور حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمدؒ تھے۔ اس کا مقصد ورزشی کھیلیں کروانا اور مدافعتی، خود حفاظتی طریقے سکھانا تھے۔ بھائی نور اس تنظیم کے سرگرم رکن تھے۔ جوش و خروش سے سب مشقوں اور ٹورنامنٹس میں حصہ لیتے۔ مکرمہ امیر بیگم صاحبہ سے شادی ہوئی۔ دہلی اور کراچی میں ریڈیو ٹی وی کا کام کرتے تھے۔ جماعت کی خدمت کے لیے اسی کام سے واقفیت کو استعمال کیا جلسوں اور اجتماعوں میں لاؤڈ سپیکر اور آڈیو کیسٹس سنوانے کا کام کرتے۔ مشہور شخصیات کو خطوط کے ذریعے تبلیغ کرتے۔ انہوں نے دعوت الی اللہ کے لیے اپنی مساعی وقف کر رکھی تھیں۔ بھابی امیر بیگم صاحبہ ۱۹۹۲ء میں اور بھائی نور نے ۱۹۹۳ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ مجھے ان دونوں نے بہت عزت اور پیار دیا۔ مولا کریم اجرِ عظیم سے نوازے۔ آپ کا ایک پوتا عزیزم فضل عمر مربی سلسلہ ہے۔

بڑی نند محترمہ کلثوم صاحبہ ۲۵ نومبر ۱۹۲۷ء کو قادیان میں پیدا ہوئیں۔ قادیان سے میٹرک کیا۔ پھر جامعہ نصرت قادیان میں تعلیم حاصل کی۔ نو عمری سے لجنہ کا کام شروع کر دیا۔ ۱۹۴۸ء میں مکرم عبدالرحیم صاحب مدہوش رحمانی سے شادی کے بعد حلقہ سعید منزل سے حلقہ مارٹن روڈ میں منتقل ہو گئیں۔ وہاں بھی لجنہ کا کام جاری رکھا۔ آپ بے حد متوکل، مشکلات پر صبر کرنے والی سادہ مزاج خاتون تھیں۔ جماعت سے وابستگی خلفائے کرام سے محبت ہر تحریک پر لبیک کہنے والی تھیں مطالعہ کی شوقین تھیں بڑی عمر تک دینی معلومات اور بیت بازی میں حصہ لیتی رہیں۔ ان گنت بچوں کو قرآن پاک پڑھایا۔ بہت دعا گو تھیں۔ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال رکھا سب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ دو بیٹیاں یونیورسٹی کی پروفیسر ایک ڈاکٹر اور ایک ٹیچر رہیں۔

مجھے آپا کلثوم سے بہت پیار ملا۔ ان کا گھر مارٹن روڈ پر تھا۔ جب بھی ان کے گھر جاتے بہت خاطر تواضع کرتیں۔ بچوں کو بھی بہت محبت پیار دیتیں۔ ۷۷ سال کی عمر میں ۲۰۰۴ء میں مختصر علالت کے بعد وفات پا گئیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جنازہ غائب پڑھایا آپ کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں ہوا:

> مرحومہ لجنہ اماء اللہ کی نہایت محنتی فرض شناس اور انتھک کارکنہ تھیں نماز روزہ روزانہ تلاوت اور نماز تہجد کی سختی سے پابندی کرنے والی اور مالی قربانیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی مخلص خاتون تھیں۔ (الفضل انٹرنیشنل ۲۶ نومبر ۲۰۰۴)

ان کا ایک جملہ میرے لئے اعزاز ہے 'باری تم نے ہمارے خاندان کا نام روشن کیا ہے 'الحمدللہ۔ یہ جملہ ایک نند نے بھابی کے لئے کہا تھا جس سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ ورنہ مجھے اپنی کم مائگی کا پورا احساس ہے۔

میری دوسری نند مکرمہ آپا بشریٰ صاحبہ ٹاپ فلور پر رہتی تھیں ہم نے بہت سال وقفے وقفے سے ایک ہی گھر میں گزارے۔ جب میں شادی ہو کر آئی تھی آپا کے پانچ بچے تھے ایک بعد میں ہوا تھا۔ پھر ہمارے بچے ہوئے سب مل جل کر رہتے تھے میں نے آپا بشریٰ کو انتہائی صابر شاکر محنتی خاتون دیکھا گھر میں دینداری کا ماحول تھا۔ بچوں کو سب جماعتی پروگراموں میں لے کر جاتیں۔ اپنے اور محلے کے بچوں کو قرآن پاک پڑھاتیں بھائی نذیر صاحب کی قلیل تنخواہ میں کفایت اور قناعت سے گزارا کیا خود بھی ٹیوشن پڑھاتیں۔ ایک مثالی عورت تھیں۔ بچوں کو بہت قربانی کر کے اعلیٰ تعلیم دلائی۔

مجھے کراچی کے رہن سہن، راستوں، بازاروں وغیرہ سے آپا نے متعارف کروایا۔ بالکل چھوٹی بہن سمجھ کے رہنمائی کرتیں۔ مسجد لے جاتیں اور بڑے شوق سے سب کو بتاتیں کہ یہ ہماری بھابی ہے۔ میرے ساتھ حسن سلوک کی ان گنت مثالیں ہیں جنہیں یاد کر کے ان کو دعائیں دیتی ہوں۔۔ مجھے یاد رہتا ہے کہ وہ گرم اور تنگ کچن میں کام کرتے ہوئے کہہ دیتیں باری تم اندر جاؤ میں تمہارے لیے روٹی پکا کر رکھ دوں گی۔ فجزاهم الله احسن الجزا۔ اللہ غفورالرحیم سب سے پیار کا سلوک فرمائے. آمین.

سسرال کے ذکر میں شوہر کا ذکر لازمی تھا مگر کسی اور وقت کے لیے اُٹھا رکھتی ہوں جس میں ان شاء اللہ قدرے تفصیل سے ذکر کروں گی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے انسان کی تنگی کو فراخی میں بدل دیتا ہے۔ ناصر صاحب دعا اور محنت سے ترقی کرتے گئے نہ صرف اپنی زندگی سنواری بلکہ دوسروں کے لیے مثال بنے۔ ہم اور ہمارے بچے ساری عمر لکڑی کے تختوں کے در و دیوار اور ٹین کی چھت والے کمرے میں نہیں رہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ کے احسانات کا شکر ادا کرنا ممکن نہیں ؎

کس زباں سے میں کروں شکر کہاں ہے وہ زباں
کہ میں نا چیز ہوں اور رحم فراواں تیرا